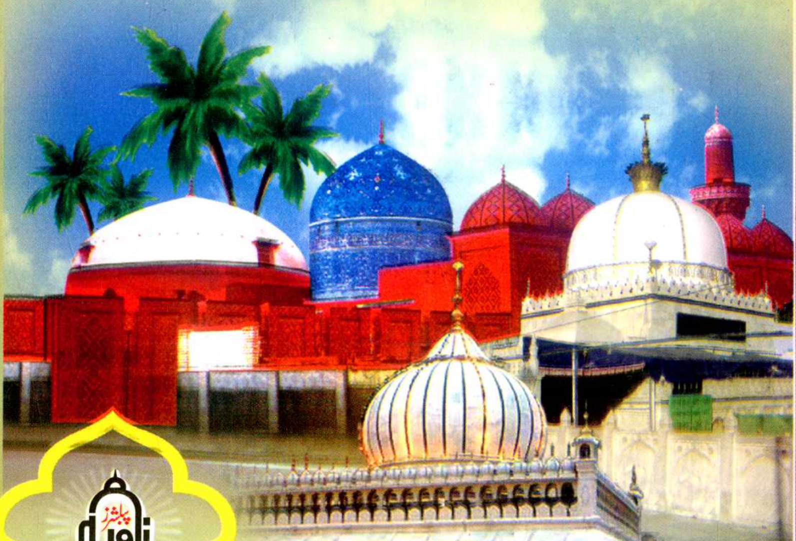
غوث و قطب

القاب کی شرعی حیثیت

از رشحات قلم
مفتی شیخ فرید



زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور

غوث و قطب القاب کی شرعی حیثیت

مقربین بارگاہ الٰہی کے حق میں لفظ غوث، غوث اعظم، داتا اور غریب نواز کے اطلاق اور استغاثہ و توسل کے جواز پر قرآن و سنت اور علماء و محققین و مخالفین کے اکابرین کے اقوال کی روشنی میں ایک نفیس تحقیق۔

از رشحات قلم مفتی شیخ فرید (تحصیل مفتی مظفر آباد آزاد کشمیر)

زاویہ پبلشرز

8-C (محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور

Ph: 042-7248657-7112954

Mob: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email:zaviapublishers@yahoo.com

زاویہ پبلشرز

۲۰۰۹ء

بار اوّل ________________ ۱۰۰۰

ہدیہ ________________ 100 روپے

زیرِ اہتمام
نجابت علی تارڑ

ملنے کے پتے

کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5552929
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ قادریہ، پُرانی سبزی منڈی، کراچی	0213-4944672
مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی	0213-4219324
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی	0213-2216464
حنفیہ پاک پبلی کیشنز، کھارادر، کراچی	
مکتبہ سخی سلطان، حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ	055-4237699
مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ لاہور	0423-7226193
کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، ملتان	061-4545486
مکتبہ ابوحنیفہ، جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو، لاہور	0300-4986439
قادری کتب خانہ، قائداعظم روڈ، میلسی	0307-6666422

فہرست

سخن اولین

از قلم مولانا سید ریاض حسین شاہ کاظمی
جامعہ سیف الاسلام مظفر آباد، آزاد کشمیر

تصوف دین اسلام کا ایک اہم ترین شعبہ ہے جس کی بنیاد خلوص فی النیت اور خلوص فی العمل پر ہے اور اسکی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن میں اسے تقویٰ اور تزکیہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث جبرئیل میں اسے احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اہل فن نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

هو علم يعرف به احوال تزكية النفوس وتصفية الاخلاق وتعمير الظاهر والباطن لنيل السعادة الابدية ويحصل به اصلاح النفس والمعرفة ورضاء الرب وموضوعه التزكية والتصفية والتعميرات المزكورات وغايتهٗ نيل السعادة الابدية۔

تصوف وہ علم ہے جس میں تزکیہ نفوس، تصفیہ اخلاص اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال کی معرفت حاصل ہو۔ تا کہ ابدی سعادت حاصل ہو۔ نفس کی اصلاح ہو اور رب کی معرفت اور اس کی رضا حاصل ہو۔

تصوف کا موضوع:۔ تزکیہ تصفیہ اور تعمیر باطن ہے۔

تصوف کی غرض وغایت :۔ ابدی سعادت کا حصول ہے۔

برصغیر میں اسلام کی تبلیغ وترویج میں صوفیائے کرام کا اہم کردار ہے کہ آج ہم تک اسلام جو پہنچا ہے یہ صوفیاء کرام کی پاکیزہ تعلیمات کا اثر ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ صوفیائے کرام کی تعلیمات کا تقاضا بھی بڑھتا جارہا ہے۔ کیونکہ آج اگر دنیا میں امن وآشتی اور باہمی محبت وخلوص کا حصول ممکن ہے تو وہ صرف اور صرف صوفیائے کرام کی پاکیزہ تعلیمات سے ممکن ہے گویا انسانی حقوق کی ضمانت درسِ تصوف میں ہے لہٰذا اسلامی تصوف کے صحیح خدوخال کا تعین اور اس کی حقیقت سے علمی حلقوں کو روشناس کرانا ازحد ضروری ہے۔ یہی وہ پاکیزہ تعلیمات ہیں کہ امام غزالی، امام رازی اور مولانا روم جیسے جبال العلم حضرات کو یہاں پہنچ کر سکون وقرار میسر ہوتا ہے۔ مگر شومئ قسمت کہ صاحبان علم دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں علوم وفنون کا پانی خشک ہوتا جارہا ہے۔ خصوصاً تصوف کا علم تو بالکل ختم ہوتا جارہا ہے لوگ اپنی جہالت کی بناء پر مختلف قسم کے شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ بعض تو تصوف کا سرے سے ہی انکار کر رہے ہیں کہ اسلام کے اندر تصوف نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں یہ صرف اور صرف کھانے پینے اور شعبدہ بازی کا مشغلہ ہے بعض اسے مانتے تو ہیں لیکن وہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ شریعت اور طریقت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات سے دور رہنے کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف اسلام کا اہم ترین شعبہ ہے جو خلوص واحسان سے عبارت ہے بغیر خلوص سے نہ توحید قبول ہے نہ ہی ایمان و عمل۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: اہل سنت کا مدار شریعت و طریقت پر ہے گویا شریعت طریقت سے جدا اور الگ چیز نہیں بلکہ شریعت روشنی ہے اور طریقت راستہ ہے تو راستے پر بغیر روشنی کے چلنا ممکن نہیں ہے جس طرح چلنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہے اسی طرح طریقت کے لیے شریعت کی ضرورت ہے۔

فی زمانہ جو بات اعظم المصائب ہے وہ یہ ہے کہ ہر مرید اپنے شیخ کے لیے غوث و قطب وغیرہما کے القاب کا استعمال کرنا ضروری سمجھتا ہے جہاں تک عقیدت کا تعلق ہے یہ بات تو قابل ستائش ہے لیکن بے دریغ اور بے جا القاب کا استعمال و اطلاق مشائخ کے ساتھ انتہائی نا انصافی ہے اس سے جہاں جھوٹ کا ارتکاب لازم آتا ہے وہاں ان القابات کی عظمت، رعب اور اہمیت پر بھی خاصا اثر پڑتا ہے ہاں اولیاء کرام جسے کوئی لقب دیدیں اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

کیونکہ ''ولی را ولی می شناسد۔'' ولی کی پہچان ولی کو ہی ہوتی ہے۔

دوسری طرف بعض مدعیان علم اولیاء کرم پر ان القاب کے اطلاق کو نا صرف ناجائز سمجھتے ہیں بلکہ اسے شرک و بدعت قرار دیتے ہیں اور انتہائی غیظ و غضب کا اظہار کر رہے ہے یہ طبقہ علمی طور پر مسکین و یتیم ہے جس کی وجہ سے یہ ذاتی اور عطائی میں فرق کرنے سے قاصر ہے۔

کچھ عرصہ قبل ایک اشتہار چھپا جس میں اولیاء کرام پر غوث اعظم، داتا گنج بخش، غریب نواز وغیرھم القاب کے استعمال کو شرک قرار دیا گیا تھا۔ یہ اشتہار کہیں حضرت پیر طریقت کیپٹن عبدالمنان قریشی، قادری، نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزرا تو آپ نے مفتی کشمیر حضرت علامہ مولانا مفتی شیخ فرید صاحب زید مجدہ کو اس کا جواب لکھنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کا جواب اسی عرصہ میں تحریر کر دیا تھا مگر طبع نہ ہو سکا۔ اب محترم المقام نجابت علی تارڑ صاحب کی سرپرستی میں زاویہ پبلشر لاہور کی طرف سے منظر عام پر آ رہا ہے۔

اس رسالہ میں غوث، غوث اعظم، قطب، قطب مدار، امامان ابدال، نجباء، گنج بخش، غریب نواز کے اطلاق کے جواز اور ان کے مصادیق کے وجود کے علاوہ استغاثہ و توسل پر قرآن و حدیث علماء اور صوفیاء محققین کے اقوال اور منکرین کے اکابر کی

عبارات کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

مصنف نے اپنے موقف کو مخالفین پر کیچڑ اچھالے بغیر انتہائی علمی اور تحقیقی انداز سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی مخالف اسے بنظر انصاف مطالعہ کرے تو وہ ضرور حضرت مفتی صاحب کے موقف کو تسلیم کرے گا۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی خطۂ کشمیر کے مایہ ناز مفتی ہیں اس سے قبل آپ کئی کتب تصنیف فرما چکے ہیں اور کئی عربی کتب کے تراجم بھی کر چکے ہیں مزید تحقیقی کام جاری ہے آپ کا مظفرآباد جیسے پسماندہ اور دورافتادہ علاقے میں تصنیفی کام کرنا قابل داد ہے جہاں تصنیفی وتالیفی سلسلہ جاری رکھنا بہت مشکل ہے۔ اگر کوئی علمی کام کیا بھی جائے تو اشاعتی ادارے اور اہل ذوق حضرات نہ ہونے کی وجہ سے منظر عام پر لانا دشوار ہے۔

ان حالات کے تناظر میں حضرت مفتی صاحب کی ہمت وحوصلہ کو جتنی بھی داد دی جائے وہ کم ہے۔

؎ اللہ کرے ہوزورِ قلم اور زیادہ

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد۔

احقر العباد

سید ریاض حسین شاہ کاظمی

جامعہ سیف الاسلام مظفرآباد

۳۰ جنوری ۲۰۰۸ء بروز منگل

استفتاء

اولیاء اللہ پر غوث، گنج بخش، داتا اور غریب نواز کے الفاظ کا طلاق جائز ہے یا کہ نہیں؟ بعض حضرات نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں اللہ کے سواء کسی دوسرے پر ان الفاظ کے اطلاق کو شرک قرار دیا ہے اس بارے میں قرآن و سنت و علماء اسلام کے اقوال کی روشنی میں وضاحت کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین اما بعد

اللہ تعالیٰ کی صفات اور بندوں کی صفات میں کوئی مماثلت نہیں

اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی معین ومغیث اور مددگار، فریادرس اور حاجت روا و مشکل کشا ہے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو اللہ کے اذن کے بغیر مستقل بنفسہٖ نفع وضرر کا مالک مان کر اس سے مدد طلب کرتا ہے تو یہ شرک ہے اس میں مدد مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کی درجہ بندی نہیں ہر دو صورتوں میں ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور ایسا عقیدہ رکھ کر کسی سے حاجات میں استغاثہ کرنے والا مشرک ہے

اور اس میں زندہ و وفات یافتہ کی بھی تفریق نہیں ایسا عقیدہ رکھ کر چاہے زندہ سے استغاثہ کرے یا وفات یافتہ سے ہر دو صورتوں میں مشرک اکبر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو مستغاث حقیقی مان کر کسی مخلوق کو عطاء الٰہی کا مظہر اور وسیلہ رحمت باری تعالیٰ ماننا ہرگز شرک نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ حی، سمیع، بصیر اور علیم ہے اور اس کی عطاء سے بندے بھی صفت حیات اور سمع و بصر اور علم سے متصف ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات سمع، بصر، اور علم و حیات اور انسان کی صفات سمع، و بصر اور علم و حیات میں کوئی نسبت و مماثلت نہیں۔ انسان کو یہ صفات اللہ کی عطاء ہیں' انسانی صفات حادث، محدود، عارضی و فانی ہیں۔ اللہ کی تمام صفات ذاتی ہیں اس کو یہ صفات دینے والا کوئی نہیں اس کی صفات ازلی و ابدی ہیں' غیر محدود، غیر فانی ہیں اس کی تمام صفات غنی و بے نیاز ہو کر ہیں اور بندوں کی تمام صفات اس کے حاجتمند و نیاز مند ہو کر ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہیں۔ بندے خود اور ان کی تمام صفات اللہ کے قبضہ، قدرت میں ہیں۔ جو صفات بندے کی ہیں وہ اللہ کی صفات نہیں ہو سکتی ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات بندے کی صفات ہو سکتی ہیں اللہ کی صفات ذاتی، ازلی، ابدی اور غیر محدود و غیر فانی ہیں۔ بندے کی تمام صفات اور سارے کمالات حادث، عطائی، فانی، عارضی ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ حی، سمیع، بصیر، علیم ہے ذاتی طور پر اور اس کی یہ صفات ازلی، ابدی اور غیر فانی ہیں۔ انسان بھی اگرچہ صفت حیات و علم اور سمع و بصر سے متصف ہے لیکن اس کی یہ صفات عارضی، فانی، عطائی و محدود ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ فریادرس، حاجت روا، مشکل کشا داتا اور خزانے بخش اور غریب پرور و غریب نواز ہے اور اس کی عطاء سے کسی بندے کو غوث، غوث اعظم، فریادرس، مشکل کشا، گنج بخش اور غریب نواز کہا جائے تو

ونسا شرک لازم آئے گا؟

اگر کوئی شخص اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو اللہ کے اذن کے بغیر مستقل بنفسہ، نفع وضرر کا مالک مان کر اس سے مدد طلب کرتا ہے تو یہ شرک ہے

اللہ تعالیٰ حقیقی معین ومغیث اور مددگار وفریادرس اور مشکل کشا، حاجت روا اور گنج بخش، داتا اور مخلوق پرور، غریب نواز وغریب پرور ہے اس کی تمام صفات اس کی اپنی ہیں اس کو عطاء کرنے والا کوئی نہیں وہ غنی و بے نیاز ہے اور بندے کی صفات اسی کی عطاء ہیں بندہ اپنی ذات وصفات میں اسی کا محتاج ہے اس کی صفات عارضی وعطائی محدود وفانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی غیر کو اس کا شریک وسہیم ماننا شرک ہے۔ لیکن اگر کسی ہستی کے لیے ایک وصف ثابت ہو مگر کم ہو عطائی ومستعار درجے کا ہو اور اس کی شان مخلوقیت کے لائق ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وہی صفت ثابت ہو مگر کامل درجے اور اس کی شان خالقیت کے لائق ہو تو احتمال شرک نہیں ہوسکتا مثال کے طور پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے:

اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی صفات میں فرق ہے

۱۔ ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب۔ (ھود-۷۵)

ترجمہ: بے شک ابراہیم حلیم آہیں کرنے والا رجوع لانے والا ہے۔

اور رب العزت خود اپنے بارے میں بھی فرماتا ہے:

وان اللہ لعلیم حکیم (الحج ۵۹)

ترجمہ: بے شک اللہ علم وحلم والا ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

واللّٰہ یعلم ما فی قلوبکم و کان اللّٰہ علیما حلیما۔ (الاحزاب-۵۱)

ترجمہ: اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ علیم و حلیم ہے۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا کہ:

انی حفیظ علیم۔ (یوسف ۵۵)

ترجمہ: بے شک میں حفیظ و علیم ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ اپنی بابت فرماتا ہے:

والّذین اتخذوا من دونہ اولیاء اللّٰہ حفیظ علیھم۔ (الشوریٰ ۶)

"اور جنہوں نے اللہ کے سوا اور والی بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں۔"

۳۔ قرآن کریم میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو علیم فرمایا گیا۔

قالوا لا توجل انا نبشرك بغلام علیم۔ (الحجر ۵۳)

یعنی فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک علم والے بچے کی بشارت دیتے ہیں۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حلیم فرمایا گیا۔

فبشرناہ بغلام حلیم (الصافات-۱۰۱)

ترجمہ: پس ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک عقلمند لڑکے کی۔

اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے متعلق فرماتا ہے۔

وان اللّٰہ لعلیم حلیم (الحج ۵۹)

اور بے شک اللہ علیم و حلیم ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت الحق ہے۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

ذالك بان الله هو الحق و ان ما يدعون من دونه هو الباطل۔

ترجمہ: اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بھی الحق فرمایا ہے:

يا ايها الناس قد جائكم الحق من ربكم۔ (یونس ۱۰۸)

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا۔

۵۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق الحق المبین فرمایا کہ:

ويعلمون ان الله هو الحق المبين۔ (النور ۲۵)

ترجمہ: اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق مبین ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مبین فرمایا ہے۔

وقد جاءَ هم رسول مبين۔ (الدخان ۱۳)

ترجمہ: اور بے شک ان کے پاس رسول مبین تشریف لائے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ رؤف رحیم ہے قرآن کریم میں فرمایا:

ان الله بالناس لرؤف رحيم۔ (البقرۃ ۱۴۳)

ترجمہ: بے شک اللہ آدمیوں پر رؤف الرحیم ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو بھی رؤف رحیم فرمایا ہے:

حريص عليكم بالمومنين رؤف رّحيم۔ (التوبۃ ۱۲۸)

ترجمہ: تمہاری بھلائی چاہنے والا اور مومنوں پر رؤف ورحیم۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں القوی فرمایا:

الله لطيف بعباده يرزق من يشاء وهو القوى العزيز۔ (الشوریٰ:۱۹)

ترجمہ: اللہ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے جسے چاہے روزی دیتا ہے اور وہی قوی وعزیز ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی قوی فرمایا گیا:

ان خیر من استاجرت القوی الامین۔ (القصص ۲۶)

ترجمہ: بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہوسکتا ہے جو قوی وامین ہو۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کریم فرمایا ہے:

و من کفر ان ربی غنی کریم۔ (النحل: ۴۰)

ترجمہ: اور جو ناشکری کرے بے شک میرا رب بے پرواہ کریم ہے۔

اور حضرت موسیٰ کے متعلق فرمایا:

و جاءَ هم رسول کریم۔ (الدخان۔۱۷)

ترجمہ: اور ان کے پاس رسول کریم تشریف لائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک میں، حضرت یوسف، حضرت یعقوب، حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سب کو کریم فرمایا گیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراهیم۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۹)

ترجمہ: کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

۹۔ اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نور فرمایا ہے۔

ارشاد ہے:

الله نور السموٰت والارض۔ (النور ۳۵)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

قد جاءَ کم من الله نور و کتاب مبین۔ (المائدہ ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ شہید ہے۔

واللّٰہ شھید علیٰ ما تعلمون۔ (ال عمران۔۹۸)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ شہید ہے اس پر جو تم کرتے ہو۔

واللّٰہ علٰی کل شئی شھید۔ (الحج ۱۷)

ترجمہ: اور اللہ ہر چیز پر شہید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شاہد اور شہید فرمایا ہے:

انا ارسلناك شاهداً و مبشرا و نذیرا۔ (الاحزاب ۴۵)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو شاہد و مبشر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

ویکون الرسول علیکم شهیداً۔ (البقرہ ۱۴۳)

ترجمہ: اور یہ رسول تم پر شہید ہونگے۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی کریم فرمایا ہے:

انه لقول رسول کریم وما هو بقول شاعر۔ (الحاقہ۔۴۰)

ترجمہ: یہ ایک رسول کریم کا قول، کسی شاعر کا قول نہیں۔

اور سورہ تکویر میں حضرت جبریل امین علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا:

انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین۔ (التکویر ۱۹)

یہ فی الواقع ایک بزرگ پیغام بر کا قول ہے جو بڑی توانائی رکھتا ہے۔ عرش والے کے ہاں بلند مرتبہ ہے۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ خبیر ہے اور اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خبیر فرمایا ہے۔ اپنے متعلق ارشاد ہے:

وھو اللطیف الخبیر۔ (الملک ۱۴)

ترجمہ: اور وہی لطیف وخبیر ہے۔

انہ کان بعبادہٖ خبیرا بصیرا۔ (الاسراء ۹۶)

ترجمہ: بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

فَسْئَلْ بہٖ خبیراً۔ (الفرقان)

ترجمہ: خبر والے سے اس کی تعریف پوچھ

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت فتاح ہے جیسا کہ فرمایا:

وھو الفتاح العلیم۔ (سبا ۲۶)

ترجمہ: اور وہ فتاح علیم ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی صفت فاتح بیان فرمائی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ وابو العالیۃ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو فرمایا:

وجعلناك فاتحا و خاتما۔ (مطالع المسرات ص ۱۳۰ مکتبہ نوریہ فیصل آباد)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو فاتح خاتم الانبیاء بنایا۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ شکور ہے۔

اللہ فرماتا ہے:

انه غفور شكور۔ (فاطر:۳۰)

ترجمہ: بے شک وہ غفور و شکور ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

ومن يقترف حسنة نزدله فيها حسنا ان اللّٰه غفور شكور۔

ترجمہ: اور جو کوئی بھلائی کمائے گا ہم اس کے لیے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے۔ بیشک اللہ درگزر کرنے والا اور قدر دان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق بھی شکور فرمایا:

ذرية من حملنا مع نوح انه كان عبدا شكورا۔ (الاسراء۳)

ترجمہ: تم ان لوگوں کی اولاد ہو جنہیں ہم نے نوح کیساتھ کشتی میں سوار کیا تھا بے شک نوح ایک شکر گزار بندہ تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا:

افلا اكون عبدا شكوراً (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۹)

ترجمہ: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ ولی اور مولیٰ ہے۔

انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ۔

ترجمہ: اللہ اور اس کا رسول تمہارا ولی ہے۔ (المائدہ ۵۵)

بل اللّٰہ مولاکم وھو خیر الناصرین۔ (آل عمران۔۱۵۰)

ترجمہ: بلکہ اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔

فاعلموا ان اللّٰہ مولاکم نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ (الانفال ۴۰)

ترجمہ: تو جان لو کہ اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ بہترین حامی و مددگار ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا

انا ولی کل مومن۔ (روح المعانی ج ۴ ص ۱۹۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: میں ہر مومن کا ولی ہوں۔

اور فرمایا:

من کنت مولاہٗ فعلیّ مولاہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵)

ترجمہ: جن کا میں مولا ہوں علی اس کا مولیٰ ہے

یعنی جس سے میں محبت کرتا ہوں اس سے علی محبت کرتے ہیں جس کی میں امداد کرتا ہوں علی اس کی امداد کرتے ہیں۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق المہیمن فرمایا ہے:

الملك القدوس السلام المومن المهيمن۔ (الحشر ۲۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وانزلنا اليك الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب و مهيمنا عليه۔ (المائدہ ۴۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان پر محافظ و گواہ۔

مجاہد فرماتے ہیں یہاں مُہیمن سے مراد خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے ہوئے آپ کو مہیمن فرمایا۔

علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سماہ بہٖ عمہ العباس رضی اللہ عنہ فی شعرہ المشهور فی قولہ حتیٰ احتویٰ بیتك المهیمن من خندف علیاء تحتها النطق۔

ترجمہ: آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے مشہور شعر میں اس نام سے یاد کیا ہے۔ یہاں تک اے مہیمن! آپ کا کاشانہء اقدس اس عظیم شرافت پر مشتمل ہوا کہ گویائی کی اس تک رسائی نہیں۔

(مطالع المسرات ص ۱۲۱)

اور فرماتے ہیں:

وقولہ تعالیٰ وانزلنا الیك الكتاب بالحق مصدقا لما بین یدیه من الكتاب و مهیمنا علیه، قیل المراد بهٖ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعالیٰ علیه و سلم مؤتمن القرآن وهو علی هذا حال من الكاف فی الیك او علی ان فی الكلام خذفاً كانه قال جعلناك یا محمد مهیمنا علیه۔ (مطالع المسرات ص ۱۲۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

وانزلنا الیك الكتاب بالحق مصدقا لما بین یدیه من

الکتاب و مهیمنا علیه۔

ترجمہ: اے حبیب ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس پر گواہ ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ مہیمنا سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں کہ آپ قرآن پاک کے محافظ ونگہبان ہیں اس صورت میں یہ الیک کے کاف سے حال ہے یا کلام میں حذف ہے گویا اصل کلام یوں تھا:

و جعلناك يا محمد مهيمنا عليه۔

ترجمہ: اے حبیب ہم نے آپ کو قرآن پر نگہبان و گواہ بنایا۔

اور فرماتے ہیں:

ومعناه فی حق النبی ﷺ الشاهد او القائم على الخلق او الامين قاله ابن قتيبة۔ (مطالع المسرات ص ۱۲۱)

اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں مہیمن کا معنی ہے۔

۱۔ گواہ۔

۲۔ مخلوق کا نگران اور محافظ ہونا۔

۳۔ امین ہوتا ہے اور یہ معنے ابن قتیبہ نے بیان کیے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت میں حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے چند ایسے اسماء گرامی نقل فرمائے ہیں جن کا اطلاق رسول اللہ ﷺ پر قرآن یا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور انہیں کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی اس کی شان خالقیت کے لائق ہوتا ہے۔ اس بحث کے آخر میں حضرت قاضی

عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے ہی حوالہ سے اس وہم کا بھی ازالہ فرمادیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء کرام و رسل عظام کے ناموں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء گرامی میں اشتراک کیسے ہو سکتا ہے؟ اس وہم کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ ان میں کوئی مماثلت ہے بلکہ اللہ کی ذات وصفات میں کوئی اس کا ہرگز مشابہ نہیں کیونکہ اللہ کی ذات وصفات قدیم ہیں حادث نہیں۔ مخلوق کی ذوات وصفات حادث ہیں قدیم نہیں اللہ کی صفات ذاتی ہیں اس کو عطاء کرنے والا کوئی نہیں۔ لیکن انبیاء کرام کی صفات عطائی ہیں ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے فضل وکرم سے انہیں عطاء فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مشابہت ومماثلت سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کی کوئی مثل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کی مثل کسی کی کوئی صفت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی مثل کسی کا کوئی نام نہیں۔

ہاں البتہ الفاظ میں ظاہری مشابہت ہے اور اسکے فضل وکرم سے انبیاء کرام کو یہ صفات عطاء فرمائی گئی ہیں۔

باری تعالیٰ کی ذات خیال وہم اور تصور وعقل سے ماوراء ہے اس کی ذات بے نیاز اور ازلی وابدی ہے اور اس کی صفات ذاتی وقدیم ہیں۔

(ملخصا از مدارج النبوت مترجم اردو ج اص ۴۴۹)

مخلوق حادث ہے جس کی ابتداء بھی اور انتہاء بھی ہے اور مخلوق اپنی ذات و صفات میں اسی اللہ تعالیٰ کی محتاج و نیاز مند ہے مخلوق کی ذات وصفات اسی رب قدیر

کے قبضہ قدرت میں ہیں مخلوق اپنے وجود میں بھی اور اپنے بقاء میں بھی اسی خالق کریم کی محتاج ہے۔ اس فرق کو سمجھنے کے بعد روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا ہے کہ اللہ کی صفات و اسماء اور انبیاء کرام کی صفات و اسماء میں کوئی مماثلت و مشابہت نہیں اللہ تعالیٰ خالق اور انبیاء کرام مخلوق، اللہ کی صفات قدیم اور انبیاء کرام کی صفات حادث اللہ کی صفات ذاتی اور انبیاء کرام کی صفات عطائی اسی کے فضل و کرم اور جود و عطاء کا ثمر ہے۔

کیا غیر خدا کو داتا کہنا شرک ہے؟

اردو لغت میں لفظ داتا کے بہت سارے معانی بیان کیے گئے ہیں جن سے چند یہ ہیں۔

دینے والا، سخی، کریم، فیاض، درویش، جیسا کہ کہا جاتا ہے داتا کی ناؤ پہاڑ چڑھے، یعنی سخی کبھی نامراد نہیں رہتا اس کی سب مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

(لغات نظامی ص ۳۳۴)

مذکورہ معانی کے اعتبار سے کسی بندے کو داتا کہا جائے تو اس میں کونسا شرک لازم آتا ہے۔ اگر کوئی مومن یہ لفظ کسی بندے کے لیے استعمال کرتا ہے تو اس کا عقیدہ توحید ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان مذکورہ معانی میں استعمال کر رہا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سخی و کریم کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سخی و کریم حقیقت میں وہ شخص ہے کہ بغیر کسی مطلب اور غرض کے دوسروں کو مال دے اور یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ صفت خداوند تعالیٰ کی ہے البتہ جب انسان ثواب آخرت اور نیک نامی پر اکتفا کرے (یعنی عوض و بدلہ نہ چاہے) تو مجازاً اس کو سخی کہا جا

سکتا ہے کیونکہ بالفعل وہ اپنے مال کے خرچ کرنے کا کچھ عوض نہیں

چاہتا۔ (کیمیاء سعادت مترجم اردو ص ۵۹۵)

ظاہر ہوا کہ داتا کا لفظ سخی کے معنی میں ہے اور اس معنے کے اعتبار سے اس کا اطلاق مخلوق پر جائز ہے۔

کریم و سخی کا مخلوق پر اطلاق خود رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

المومن غر کریم و الفاجر خب لئیم۔ (ترمذی، ج:۲ص:۱۸)

مومن سادھا سخی اور فاجر دھوکہ باز بخیل ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

السخی قریب من اللّٰہ و قریب من الجنۃ و قریب من الناس۔ (ترمذی ج ۲ص ۱۸)

ترجمہ: سخی بندہ اللہ کے قریب ہوتا ہے اور جنت کے قریب ہوتا ہے اور لوگوں کے قریب ہوتا ہے۔

ان حدیثوں میں بندے کو کریم وسخی فرمایا گیا ہے سخی و کریم اور داتا کا معنی ایک ہے تو جس طرح کسی کو سخی و کریم کہنا جائز ہے اسی طرح داتا کہنا بھی جائز ہے جس طرح غیر خدا کو سخی و کریم کہنے سے شرک لازم نہیں آتا اسی طرح داتا کہنے سے بھی شرک کا کوئی شائبہ نہیں جس طرح کریم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کی ذاتی صفت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بندے پر اس کی عطاء کی بناء پر مجازی طور پر ہوتا ہے ایسے ہی بندے پر لفظ داتا کا اطلاق صفت عطائی ہونے کی وجہ سے مجازی اعتبار سے

جائز ہے۔ جس طرح بندے کو کریم وسخی کہنا جائز ہے اسی طرح داتا کہنا بھی جائز جس حیثیت سے وہاں شرک لازم نہیں آتا اسی حیثیت سے یہاں بھی شرک لازم نہیں آتا۔

حدیث پاک میں مخلوق پر جواد کا اطلاق بھی ثابت ہے۔

الا ان کل جواد فی الجنة حتم علی الله و انا به کفیل۔

(الترغیب للامام المنذری ج ۵ ص ۶۳)

ترجمہ: خبردار ہر جواد (سخی) کو جنت میں بھیجنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم سے لازم فرما دیا ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔

دیکھیئے جواد اللہ کی صفت ہے اور حدیث میں بندے کو بھی جواد فرمایا گیا ہے کیا یہ شرک ہو گیا؟ معاذ اللہ یہ ہرگز شرک نہیں کیونکہ اللہ کی صفت اس کی ذاتی ہے اور بندے کے لیے یہ صفت اس کی عطاء سے ثابت ہے اللہ کی صفت ازلی وابدی ہے اور بندے کی فانی وعارضی ہے اللہ تعالیٰ بے نیاز وغنی ہو کر جواد وکریم ہے اور بندہ اس کا محتاج ونیازمند ہو کر کریم وجواد ہے اللہ تعالیٰ بے کسی کی عطاء کے جواد ہے اور بندہ اس کی عطاء سے جواد ہے اللہ تعالیٰ کی صفت جود وکرم غیر محدود ہے اور بندے کی صفت محدود وعارضی ہے۔

بعض بندے باذن اللہ گنج بخش وغریب نواز ہیں

اللہ تعالیٰ کی عطاء اور اس کے فضل وکرم سے اس کے بعض بندے گنج بخش وداتا اور غریب نواز ہیں۔ قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور اپنے بعض دیگر بندوں کو اپنی نعمتیں عطاء فرمائی ہیں اور وہ باذن اللہ ان نعمتوں میں تصرف کرتے ہیں اور دوسروں میں تقسیم کرتے ہیں ان کو اس تقسیم وبخشش کی بناء پر گنج بخش

اورغریب نواز کہنے میں کوئی امر مانع نہیں نہ ہی ایسا کہنا شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ ولو انھم رضوا ما اتاھم اللہ ورسولہ۔ (التوبۃ ۵۹)

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی دیتا ہے اور اسکے فضل وکرم سے اس کا رسول اس کی عطاء سے دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دے وہ گنج بخش اور غریب نواز ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر خزانے بخشنے والا اور مخلوق پرور ہے اور اس کا حبیب ﷺ اس کی عطاء وبخشش اور اس کے اذن وارادہ سے گنج بخش اور غریب نواز ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما نقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ۔ (التوبۃ:۷۴)

ترجمہ: اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ اللہ ورسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ بھی غنی ومالدار فرماتا ہے اور اس کے اذن سے اس کے رسول ﷺ بھی لوگوں کو مالدار اور غنی کرتے ہیں اور جو غنی ومالدار کردے اس کو گنج بخش وغریب نواز کہنے میں کیا مضائقہ ہے۔

۳۔ اللہ فرماتا ہے:

و قالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہ۔ (التوبۃ:۵۹)

ترجمہ: اور کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول اس کے فضل وکرم سے اس کی ہر نعمت دیتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطاء اور حضور ﷺ کی عطاء بغیر کسی قید کے مذکور ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے خزانوں کی بخشش فرمائے اس کو گنج بخش، داتا اور غریب نواز کہا جائے تو کونسا شرک لازم آتا ہے؟

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو زمین کی ملکیت عطاء فرمادی ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

واعملو ان الارض للہ و رسولہ۔ (صحیح بخاری ج۱ص۴۴۹)

ترجمہ: اور جان لو کہ زمین اللہ اور اسکے رسول کی ملکیت ہے۔

زمین وآسمان کی ہر شئی فرمانبردار انسان کے تابع کردی گئی ہے

قرآن کریم میں واضح کردیا گیا ہے کہ زمین وآسمان کی ہر شئی انسان کے تابع ہے بشرطیکہ وہ اللہ کا فرمانبردار ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

سخر لکم ما فی السمٰوٰت والارض جمیعا منه ان فی ذالك لایات یقوم یتفکرون۔ (الجاثیہ:۱۳)

ترجمہ: اور اس نے مسخر کردیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنے حکم سے بے شک اس میں تدبر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

الم تروا ان اللّٰہ سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی

الارض و اسبغ علیکم نعمه ظاهرة و باطنة۔ (لقمان:۲۰)

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے بلاشبہ اللہ نے تمہارے تابع کر دیا ہے ہراس چیز کو جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہر و چھپی نچھاور فرما دی ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول دلپزیر بھی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ مقام و مرتبہ کس سے نصیب ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر شئی اس کے تابع فرمان بن جاتی ہے فرماتے ہیں کہ عارف کامل پر ایک ایسا مقام آتا ہے کہ

دریں مرتبہ عارف متصرف عالم گردد وسخر لکم مافی السمٰوٰة ومافی الارض ظہور پزیرد و صاحب اختیار باشد۔ (ضیاء القلوب ص ۲۹)

ترجمہ: جس میں وہ تمام جہاں پر متصرف ہو جاتا ہے اور سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کا اظہار ہوتا ہے اور وہ صاحب اختیار ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے مطیع و فرمانبردار، اور صالحین و عارفین بندوں کے لیے زمین و آسمان کی ہر چیز مسخر کر دی جاتی ہے اور وہ تمام جہاں پر باذن اللہ متصرف ہوتے ہیں اور صاحب اختیار ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے انہیں صاحب اختیار بندوں کو گنج بخش، غریب نواز، اور داتا و سخی اور لجپال کہا جائے تو کونسی برائی اور کج عقیدگی کی بات ہے؟ اللہ انہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھی فرماتا ہے اور انہیں متصرف و صاحب اختیار بھی بنا دیتا ہے اور اللہ کے اذن سے ان میں تصرف کرتے ہوئے بخشش کرتے ہیں اور نوازتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من الناس مفاتيح الخير و مغاليق للشر و ان من الناس مفاتيح للشّر و مغاليق للخير فطوبیٰ لمن جعل الله مفاتيح الخير على يديه و ويل لمن جعل الله مفاتيح الشّر على يديه۔ (ابن ماجہ ص ۲۱)

ترجمہ: بے شک کچھ لوگ خیر کی چابیاں ہیں اور شر کے لیے قفل ہیں اور بے شک کچھ لوگ شر کی چابیاں ہیں اور خیر کے لیے قفل ہیں پس مبارک باد ہے اس شخص کے لیے جس کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے خیر کی چابیاں رکھی ہیں اور افسوس ہے اس شخص کے لیے جس کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے شر کی چابیاں رکھی ہیں۔

اس حدیث پاک سے ظاہر ہوا کہ اللہ کے کچھ بندے خیر کا سبب ہیں جن کے ذریعے مخلوق خدا تک خیر و بھلائی پہنچتی ہے خواہ اس خیر کا تعلق باطن سے ہو یا ظاہر سے۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هذا الخير خزائن لتلك الخزائن مفاتيح فطوبى لعبد جعله الله مفتاحا للخير و مغلاقا للشر و ويل لعبد جعله الله مفتاحا للشر و مغلاقا للخير۔ (ابن ماجہ ص ۲۱، مشکوۃ کتاب الرقاق ص ۴۴۲)

اس خیر کے خزانے ہیں اور ان خزانوں کے لیے چابیاں ہیں پس مبارک ہے اس بندے کے لیے جس کو اللہ نے خیر کے لیے چابی اور شر کے لیے قفل بنایا ہے اور ہلاکت ہے اس بندے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے شر کے لیے چابی اور خیر کے لیے تالا بنایا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں خیر سے مراد اموال کثیرہ ہیں اور مفاتیح سے مراد وہ دانشمند لوگ ہیں جوان خزانوں کو مخلوق خدا کے لیے کھولتے ہیں اور انہیں بخشتے ہیں۔

فرمود آنحضرت ایں خیر یعنی مالہائے کثیر خزینہا است کہ مر آن خزینہا را کلیدہا است از وجود خرمنداں کی خزینہا را بکشانید و بخشند۔

فطوبیٰ لعبد جعل الله مفتاحا للخیر پس خوشی و خنکی باد مر بندہ را کہ گردانید است **خدا** تعالیٰ اور اکلید خیر یعنی سبب فتح باب نیکی و بخشش مال۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ خیر یعنی اموال کثیرہ خزانے ہیں کہ ان خزانوں کے لیے کنجیاں ہیں۔ کنجیوں سے مراد وہ دانشمند لوگ ہیں جو ان خزانوں کو کھولتے ہیں اور بخشتے ہیں۔ **فطوبیٰ لعبد جعله الله مفتاحا للخیر**۔ پس خوشی ہو اس بندے کے لیے جس کو اللہ نے خیر کی کنجی بنایا ہے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بعض ایسے خوش قسمت بندے بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ خزانے عطاء فرماتا ہے اور اس کے بعد انہیں ان خزانوں کو مخلوق خدا میں تقسیم کرنے اور بخشنے اور ان نعمتوں سے نوازنے کی توفیق بھی بخشتا ہے۔

غور فرمائیں کہ اللہ کے ان خوش بخت انسانوں کو خزانے بخشنے والے اور غریبوں کو نوازنے والے کہنا کونسا جرم ہے؟ اور کونسی معصیت ہے؟ اور کیا ایسا کہنا شرک ہے؟ نہیں ہرگز شرک نہیں بلکہ یہ تو امر واقعی کا اظہار ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ان للّٰہ عند اقوام نعما یقرّھم عندھم ما کانوا فی حوائج الناس ما لم یملّوا فاذا ملوا نقلھا الی غیرھم۔

(الترغیب والترہیب للامام المنذری ج۵ ص ۶۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے پاس اپنی نعمتیں رکھی ہیں وہ بندے انسانوں کی ضروریات وحاجات پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں جب وہ اکتاجاتے ہیں تو یہی نعمتیں دوسروں کے سپرد کردی جاتی ہیں۔

حدیث پاک سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کے پاس اپنی نعمتیں رکھی ہوئی ہیں اور وہ بندے جب تک ان نعمتوں سے لوگوں کی حاجت روائی کرتے رہتے ہیں اور بندگان خدا کو ان نعمتوں سے نوازتے رہتے ہیں۔ وہ نعمتیں ان کے پاس باقی رکھی جاتی ہیں۔ اور جب وہ ان نعمتوں سے مخلوق خدا کی حاجات وضروریات پوری کرنے اور ان کو ان نعمتوں سے نوازنے میں اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں تو وہ نعمتیں ان سے چھین کر دوسرے لوگوں کو عطاء کی جاتی ہیں تاکہ وہ مخلوق خدا کی حاجات و ضروریات پوری کریں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو نعمتیں عطاء فرما کر اختیار بھی دیا

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم سلطنت اور نعمتیں دینے کے بعد فرمایا:

ھذا عطاء نا فامنن او امسك بغیر حساب۔ (سورۃ ص ۳۹)

ترجمہ یہ ہماری عطاء ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ کچھ حساب نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نعمتیں عطاء فرما کر ماذون و مختار بھی فرما دیا کہ چاہیں تو دوسروں کو بھی بخشیں اور چاہیں تو نہ بخشیں۔

تفسیر قرطبی میں اسی آیت کریمہ کے تحت ہے:

الاشارة بهٰذا الى الملك اى هذا الملك من عطاؤنا فاعط من شئت او امنع من شئت لا حساب عليك۔

(تفسیر قرطبی جزء ۲۵ ص ۱۳۵)

ترجمہ: ہذا سے سلطنت کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ بادشاہی ہماری عطاء ہے پس جس سے چاہو بخشش فرماؤ اور جس سے چاہو روکو تم پر کوئی حساب نہیں۔

مودودی صاحب اس آیت کریمہ کے مطالب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک یہ کہ ہماری بے حساب بخشش ہے تمہیں اختیار ہے کہ جسے چاہو دو اور جسے چاہو نہ دو دوسرے یہ کہ یہ ہماری بخشش ہے جسے چاہو دو اور جسے چاہو نہ دو دینے یا نہ دینے پر تم سے کوئی محاسبہ نہ ہوگا۔''

(تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۳۹)

شبیر احمد عثمانی صاحب اسی آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو اسقدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہ رکھا شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ اور مہربانی کی اتنی دنیادی اور مختار کر دیا حساب معاف کر کے۔ (حاشیہ عثمانی ص ۶۰۷)

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر نسفی میں فرماتے ہیں:

هذا الذى اعطيناك من الملك و المال والبسطة عطاؤنا

فامنن فاعط منه ما شئت من المنته وهى العطاء (او امسك) من العطاء۔ (تفسیر نسفی ج ۳ ص ۴۲ مطبوعہ قصہ خوانی پشاور)

ترجمہ یہ جو کچھ سلطنت اور مال و دولت اور وسعت و کمال ہم نے آپ کو دیا ہے یہ ہماری عطاء و بخشش ہے پس اس میں سے جو چاہو عطا کرو یا روک رکھو۔

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انه مفوض اليه تفويضا كليا۔

ترجمہ نعمتیں کلی طور پر ان کے حوالے کر دی گئی ہیں۔

(روح المعانی جزء ۲۳ ص ۲۰۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

سعودی حکومت کا شائع کردہ اردو ترجمہ قرآن و مختصر حاشیہ میں اسی آیت کے تحت ہے:

''یعنی تیری دعا کے مطابق ہم نے تجھے عظیم بادشاہی سے نواز دیا اب انسانوں میں سے جس کو تو چاہے دے، جسے چاہے نہ دے تجھ سے ہم حساب نہیں لیں گے۔''

(القرآن الکریم بترجمۃ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیۃ ص ۱۲۱۸ مطبوعہ شاہ فہد پریس ریاض)

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت و بادشاہت اور بے حساب نعمتیں عطاء فرما کر انہیں ان کی عطاء و بخشش میں مختار و ماذون بھی بنا دیا اور جو شخصیت اللہ کی نعمتوں کو بخشے اور لوگوں کو نوازے اس کو گنج بخش، غریب نواز، داتا و سخی ہی تو کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے جو بندے اللہ کی عطاء سے اس کی نعمتیں اور اس کے

خزانے مخلوق خدا میں تقسیم کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو نوازتے ہیں ان بندوں کو گنج بخش، غریب نواز، داتا اور سخی کہنے میں کیا حرج ہے؟

کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کے عطاء کردہ خزانوں کو تسلیم کرنا شرک نہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان قارون من قوم موسیٰ فبغیٰ علیهم و اتیناه من الکنوز ما ان مفاتحه لتنوء بالعصبة اولی القوة۔ (القصص:٧٦)

ترجمہ: بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں۔

تنوء، کے معنے ہیں تمیل (جھکنا) یعنی جس طرح کوئی شخص بھاری چیز اٹھاتا ہے تو بوجھ کی وجہ سے ادھر ادھر لڑکھڑا دیتا ہے اس کے خزانوں کی چابیوں کا وزن اتنا تھا کہ ایک طاقتور جماعت بھی اسے اٹھاتے ہوئے دقت اور گرانی محسوس کرتی تھی۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والعصبة الجماعة الکثیرة وکانت تحمل مفاتیح خزائنه ستون بغلا لکل خزانة مفتاح ولا یزید المفتاح علی اصبع۔

(تفسیر مدارک المعروف بہ تفسیر نسفی بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۴۰ مطبوعہ حسنی کتب خانہ کوئٹہ)

ترجمہ: اور عصبہ جماعت کثیرہ کو کہا جاتا ہے اور قارون کے خزانوں کی چابیاں ستر خچر اٹھاتے تھے ہر خزانہ کی صرف ایک چابی تھی اور ہر چابی کی

مقدار ایک انگل سے زائد نہ تھی۔

اس آیت کریم سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قارون کو اتنے خزانے عطاء فرما رکھے تھے کہ ان خزانوں کی چابیاں ایک طاقتور جماعت پر اٹھانا بھاری تھا۔ کیا کوئی مسلمان اس فرمان الٰہی کا انکار کر سکتا ہے؟

نہیں ہرگز نہیں اس لیے کہ قرآن کریم کے ایک لفظ کا انکار بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

اگر ایک خائن، بددیانت، کذاب اور بے ایمان شخص کے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ کے عطاء کردہ خزانوں کو تسلیم کرنا توحید کے منافی نہیں تو پھر اللہ کے خلیفہ اعظم ورسول اعظم اور الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ کے عطاء کردہ خزانوں کا ہونا تسلیم کرنے سے کیونکر شرک لازم آئے گا۔

جب کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطاء فرمائی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن خزانوں کا مالک بنایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ذن اللہ تصرف فرماتے ہیں اور آپ کے جودوسخا کا کون حصر کر سکتا ہے آپ منبع جودوسخا ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تمام تر مخلوق کا حاکم اور اپنی تمام تر نعمتوں کا قاسم بنایا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

قال اجعلنی علیٰ خزائن الارض انی حفیظ علیم۔(یوسف ۵۵)

ترجمہ: یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خزانوں پر تقرر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کی بلکہ

بادشاہ وقت کو کہا گیا ہے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے شرک کیا تھا؟

اور کون کہہ سکتا ہے کہ کسی کے پاس اللہ کے عطاء کردہ خزانوں کو تسلیم کرنا شرک ہے؟

زمین وآسمان کی مخلوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر نگین کردی گئی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کی ولادت مبارکہ کے بعد ان الفاظ میں اعلان ہوا:

۱۔ قبض محمد علی الدنیا کله لم یبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضته۔ (زرقانی ج۱ص۱۱۴)

ترجمہ: تمام دنیا محمد کے قبضہ میں دیدی گئی ہے اور زمین وآسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو ان کے زیر نگین نہ ہو۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان میں اور دو زمین پر ہوتے ہیں۔

فاما وزیر ای من اهل السماء فجبریل و میکائیل واما وزیر ای من اهل الارض فابو بکر و عمر۔

(الترمذی ابواب المناقب ج۲ص ۲۰۸)

میرے آسمانی وزیر جبرئیل ومیکائیل اور زمینی وزیر ابوبکر وعمر ہیں (رضی اللہ عنہما)

۳۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

موتان الارض لله ورسوله۔ (بحوالہ الامن والعلی ص ۶۷)

ترجمہ: جو زمین کسی کی ملکیت نہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عادی الارض من اللہ و رسول۔ (رواہ البیہقی فی الشعب)

ان دونوں حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

بن، جنگل، پہاڑوں اور شہروں کی ملک افتادہ زمینوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ ان پر ظاہری ملک بھی کسی کی نہیں یہ ہر طرح خالص ملک خدا و رسول ہیں جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم، ورنہ محلوں، احاطوں، گھروں، اور مکانوں کی زمینیں بھی سب اللہ و رسول کی ہی ملک ہیں اگرچہ ظاہری نام من، وتو کا لگا ہوا ہے۔ (الامن والعلی ص ۶۴)

۵۔ صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اعلموا ان الارض للہ ورسولہ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴۹)

ترجمہ: یقین جان لو کہ زمین کے مالک اللہ و رسول ہیں۔

اس حدیث پاک نے ساری زمین بلا تخصیص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی ملک بتائی۔

۶۔ حضرت اعشیٰ مازنی رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنے بعض اقارب کی فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی درخواست نظم کی صورت میں بارگاہ نبوت میں پیش کی نظم کی ابتداء اس مصرع سے تھی۔

یا مالک الناس و یادیان العرب۔ (شرح معانی الاثار للطحاوی ج ۲ ص ۲۱۰)

ترجمہ: اے تمام آدمیوں کے مالک اور عرب کے جزا و سزا دینے والے۔

حضور ﷺ نے ان کی فریاد سن کر شکایت رفع فرمادی۔

۷۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ الجوہر المنظم میں فرماتے ہیں:

ھو ﷺ خلیفة الله الاعظم الذی جعل خزائن کرامته و مواعید نعمه طوع یدیه و ارادته یعطی من یشاء ما یشاء۔
(الجوہر المنظم ص۵۲)

ترجمہ: حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں کہ رب کے خزانے اور اس کی نعمتیں حضور کے ہاتھوں اور حضور کے ارادے میں ہیں جس کو چاہیں جو چاہیں دیں۔

۸۔ امام بوصیری قدس سرہ العزیز کہتے ہیں:

فان من جودك الدنیا و ضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم
(قصیدہ بردہ شریف ص۳۵)

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت (یا رسول اللہ) آپ کی بخششوں میں سے ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہیں۔

۹۔ اس شعر کی شرح کرتے ہوئے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقیل معنی کون الکونین من جوده ﷺ انه واسطة فی فیضان الوجود علی الماهیات و سیلان الوجود علی الموجودات و فیه تلمیح الی حدیث لولاك لما خلقت الافلاك۔ (الزبدة العمدة فی شرح البردۃ ص۱۱۶)

ترجمہ: اور اس کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ کونین کا وجود رسول اللہ ﷺ کے جود و کرم کا نتیجہ ہے کیونکہ آپ ﷺ ماہیات پر وجود کے فیضان اور موجودات پر جود و عطاء کی بارش کا واسطہ ہیں اور اس میں لو لاك لما خلقت الافلاك۔

''آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ فرماتا'' کی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی کائنات کو آپ کے وسیلہ سے وجود ملا اور موجودات پر آپ کے وسیلہ سے ہی کرم نوازی ہوتی ہے تو گویا کونین کا وجود آپ ﷺ کے جود و عطاء کا نتیجہ ہے۔

۱۰۔ دیوبندی مکتب فکر کے ممتاز عالم دین جناب شیخ محمود الحسن فرماتے ہیں:

آپ اصل میں مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم القصہ آپ ہی اصل مالک اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب تھا۔ (ادلہ کاملہ ص ۱۲)

جناب شیخ محمود الحسن صاحب سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند کے عقیدے کے مطابق رسول اللہ ﷺ تمام کائنات کے اصل مالک ہیں کیونکہ عالم اللہ کے سواء کو کہا جاتا ہے بتائیں کہ کیا ان کا یہ عقیدہ شرک ہے؟ انہوں نے ایسا کہہ کر شرک کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطاء کی گئی ہیں

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطاء فرمائی گئی ہیں اور کنجیاں مالک ہی کو دی جاتی ہیں تا کہ تصرف کرے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے زمین کے خزانوں کے مالک ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بینا انا قائم اذجئی بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔ (صحیح بخاری ج۱ص ۴۱۸)

میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

۲۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ:

وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض۔ (صحیح بخاری ج۲ص ۹۷۵ صحیح مسلم ج۲ص ۲۵۰)

ترجمہ: بے شک مجھے تمام زمین یا زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطاء کی گئی ہیں۔

۳۔ اور خصاص کبریٰ میں حدیث پاک ہے کہ

اوتیت مفاتیح کل شئی۔ (خصائص کبریٰ ج۱ص ۱۹۵)

ترجمہ: مجھے ہر شئی کی چابیاں عطاء کی گئی ہیں۔

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتیت بمقالید الدنیا۔

ترجمہ: مجھے دنیا کی چابیاں دی گئی۔

اس کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

اس کو امام احمد، ابن حبان اور ضیاء مقدسی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ مترجم اردو از علامہ سید یوسف رفاعی)

علامہ سید یوسف رفاعی نے ابن مردویہ اور علامہ سیوطی رحمہما اللہ کے حوالہ سے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

۵۔ انی رائیت فی غداتی هذه کانی اوتیت بالمقالید والموازین۔ (ادلۃ اہل السنۃ والجماعت مترجم اردو از علامہ یوسف رفاعی ص ۱۱۲)

ترجمہ: میں نے آج صبح دیکھا کہ گویا مجھے چابیاں اور ترازوں عطاء کیے گئے ہیں۔

۶۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کی گئی ہے کہ:

ولا فظ ولا غلیظ ولاسخاب فی الاسواق و اعطی المفاتیح۔

ترجمہ: اور نہ آپ سخت دل ہیں اور نہ سخت خو نہ بازاروں میں شور کرنے والے انہیں زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطاء کی گئی ہیں۔

(الامن والعلی ص ۱۴۹ از امام احمد رضا)

۷۔ امام احمد و امام ابوبکر بن شیبہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اعطیت ما لم یعط احد من الانبیاء قبلی نصرت بالرعب و اعطیت مفاتیح الارض۔ (الحدیث)

ترجمہ: مجھے وہ عطاء ہوا جو مجھ سے قبل کسی نبی کو نہ ملا رعب سے میری مدد فرمائی گئی اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطاء ہوئیں۔

(بحوالہ الامن والعلی ص ۱۵۰ از امام احمد رضا)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔ (الامن والعلی ص ۵۰)

۸۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

و اعطیت الکنزین الاحمر و الابیض۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۱۲)

ترجمہ اور مجھے سرخ وسفید خزانے عطاء فرمائے گئے ہیں۔

غور فرمائیں کہ جس ذات اقدس کو اللہ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں اور خزانے عطاء فرمائے وہ ذات ان خزانوں میں تصرف کرسکتی ہے یا کہ نہیں؟

اگر جواب اثبات میں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختار ومتصرف ہونا اور گنج بخش و داتا ہونا، غریب نواز وحاجت روا ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو گنج بخش وداتا اور غریب نواز وحاجت روا ماننا شرک کے زمرہ میں نہیں آتا۔

اور اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یہ بتائیں کہ خزانے اور خزانوں کی چابیاں دینے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

حضور علیہ الصلوۃ والسلام باذن اللہ غنی فرماتے ہیں

صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابن جمیل نے زکوۃ دینے میں کمی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما یَنْقِمُ ابن جمیل الا انه کان فقیرا فاغناه الله و رسوله۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۸)

ابن جمیل کو کیا برا لگا یہی نا کہ وہ محتاج تھا اللہ ورسول نے غنی کردیا۔

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا۔

و کنتم عالة فاغناکم اللّٰہ بی۔ (صحیح بخاری باب غزوۃ اوطاس ج ۲ ص ۶۳۰)

ترجمہ: اور تم محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلہ سے تمہیں تونگری بخشی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

ما سئل رسول الله ﷺ على الاسلام شئيا الا اعطاه قال فجائه رجل فاعطاه غنما بين جبلين فرجع الى قومه فقال يا قوم اسلموا فان محمدا ﷺ يعطى عطاء لا يخشى الفاقة۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۳ باب جودہ ﷺ)

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ سے اسلام کے نام پر جس چیز کا سوال کیا جاتا آپ اسے عطاء فرما دیتے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اسے دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کا گلہ عطا فرما دیا اس شخص نے اپنی قوم کے پاس جا کر کہا اے میری قوم اسلام قبول کر لو بے شک محمد ﷺ اس قدر عطاء فرما دیتے ہیں کہ فاقے کا ڈر ختم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے فرماتا ہے:

واذتقول للذى انعم الله عليه وانعمت عليه امسك عليك زوجك۔ (سورۃ الاحزاب۔ ۳۷)

ترجمہ: اور اے حبیب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اسے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے۔

اس آیت کریمہ سے عیاں ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ بھی انعام واحسان فرماتے اور نوازتے ہیں اس لیے رسول اللہ کو غریب نواز، داتا اور نعمتیں عطاء فرمانے والے کہنا بلا شک وشبہ جائز اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی کو غریب نواز، داتا اور گنج بخش کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں وہ اس آیت کریمہ میں غور وفکر کریں۔ اور بلاوجہ امت مسلمہ پر شرک کی فتویٰ بازی سے باز آئیں اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں کی جواب دہی کا احساس اپنے اندر پیدا کرتے ہوئے بہتان وافتراء پردازی کی روش ترک کرنی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

احب اھلی الی من قد انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ اسامۃ بن زید۔ (ترمذی ج ۲۲۳۲)

ترجمہ: میری اہل میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور جس پر میں نے انعام فرمایا یعنی اسامۃ بن زید (رضی اللہ عنہما)۔

دیکھیے حضور ﷺ فرما رہے ہیں اسامۃ پر اللہ نے احسان فرمایا اور میں نے بھی احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر احسان فرمانے والا ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ اللہ کی عطاء سے احسان فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر نعمتیں عطاء فرماتا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ اس کی جود وعطاء اور فضل وکرم سے مخلوق خدا کو نعمتیں عطاء فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر مخلوق کو نوازتا ہے اور رسول اکرم ﷺ اس کی عطاء سے نوازتے ہیں۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کسی دوسرے کو داتا اور غریب نواز کہنا

شرک ہے؟

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

فانی جعلت قاسما اقسم بینکم۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۴۳۹)

ترجمہ: مجھے تقسیم کرنے والا بنایا گیا میں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

بعثت قاسما اقسم بینکم۔ (بخاری ج ا ص ۴۳۹)

ترجمہ: مجھے قاسم بنا کر مبعوث فرمایا گیا تمہارے درمیان تقسیم فرماتا ہوں۔

فانما انا قاسم۔ (بخاری ج ا ص ۴۳۹)

ترجمہ: میں تو قاسم ہوں۔

و اللہ المعطی و انا القاسم۔ (بخاری ج ا ص ۴۳۹)

ترجمہ: اور اللہ ہی دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

انما انا قاسم و خازن و اللہ یعطی۔ (بخاری ج ا ص ۴۳۹)

ترجمہ: میں قاسم و خازن ہوں اور اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے۔

بخاری شریف کے ایک ہی مقام میں مذکورہ مختلف اسلوب بیان کیساتھ رسول اللہ ﷺ کے قاسم نعم باری تعالیٰ ہونے کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نعمتوں کا خالق و مالک اور معطی ہے اور اس کے رسول ﷺ ان نعمتوں کو مخلوق خدا میں تقسیم فرمانے والے ہیں اس اعتبار سے حبیب خدا ﷺ کو داتا اور غریب نواز، گنج بخش کہا جائے تو کیا شرک لازم آئے گا؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ایک خوش بخت صحابی سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ ایک شب آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے انہوں نے سرور کائنات ﷺ کے وضو کے لیے

پانی بھرا اور آپ کو وضو کروایا اس خدمت کے صلے میں مالک کون ومکان ﷺ نے خوش ہو کر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''سل'' یعنی مانگ جو مانگنا چاہتا ہے اتنی بڑی پیش کش دیکھ کر صحابی نے رحمۃ للعالمین ﷺ سے ان کی دائمی قربت کی نعمت مانگ لی جسے حضور ﷺ نے قبول فرمایا حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں۔

كنت ابيت مع رسول الله ﷺ فاتيه بوضوئه و حاجته فقال لی "سل" فقلت اسالك مرافقتك فی الجنة قال او غير ذالك قلت هو ذاك قال فاعنی علی نفسك بكثرة السجود۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج اص ۱۹۳، سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ ج اص ۱۹۴)

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک شب گزاری اور آپ کے لیے وضو اور ضروریات لایا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مانگ ''جو چاہتا ہے'' میں نے عرض کی میں جنت میں آپ کی قربت چاہتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ؟ میں نے عرض کی یہی کافی ہے آپ نے فرمایا پھر کثرت سجود کیساتھ میری مدد کرو۔

سرور کائنات ﷺ نے بغیر کسی قید و تخصیص کے مطلقاً فرمایا کہ ''سل'' مانگ جو مانگنا چاہتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہر قسم کی حاجت پوری فرما سکتے ہیں۔

اور دنیا و آخرت کی سب مرادیں بعطاء الٰہی حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں اسی لیے تو بغیر کسی تقیید کے ارشاد ہوا کہ مانگ جو چاہتا ہے ہماری بارگاہ سے سب کچھ ملے گا۔ حضرت ربیعۃ رضی اللہ عنہ آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتے ہیں حضور ﷺ قبول فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کثرت سجود سے میری مدد کرو۔

اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز

فرماتے ہیں:

واذا طلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست ﷺ ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

(اشعۃ المعات شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۴۲۵ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

ترجمہ: اورسوال کے اطلاق سے (کہ آپ نے سل فرمایا کہ مانگ) اور کسی خاص مطلوب کیساتھ تخصیص نہ فرمانے سے معلوم ہوا کہ تمام کام آپ ﷺ کے دست ہمت وکرامت میں ہیں جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے پروردگار کے اذن سے دیتے ہیں۔

اس کے بعد قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر بھی نقل فرمایا:

فان من جودك الدنيا و ضرتها

و من علومك علم اللوح والقلم

بے شک دنیا وآخرت آپ کی جود وسخا کا نتیجہ ہیں اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا ایک پارہ ہیں۔

اور فارسی کا یہ شعر بھی نقل فرمایا:

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری

بدرگاہش بیاؤ ہر چہ میخواہی تمنا کن

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۲۵)

اگر دنیا وآخرت کی بھلائی کی آرزو رکھتے ہو تو ان کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر جو چاہو طلب کرو۔

حضرت علامہ ملا علی قاری قدس سرہ العزیز ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں۔

یوخذ من اطلاقه صلی اللہ علیہ وسلم الامر بالسوال ان اللّٰہ تعالیٰ مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائین الحق۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق سوال کے حکم دینے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو عام قدرت بخشی ہے کہ اللہ کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطاء فرمادیں۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هو صلی اللہ علیہ وسلم خلیفة اللّٰہ الاعظم الذی جعل خزائن کرامته و مواعید نعمه طوع یدیه وارادته یعطی من یشاء ما یشاء۔ (الجوہر المنظم ص۵۲)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں کہ رب کے خزانے اور اس کی نعمتیں آپ کے ہاتھوں میں ہیں اور آپ کے ارادے میں ہیں جس کو چاہیں جو چاہیں دیں۔

بحث استغاثہ

امام راغب اصفہانی لفظ غوث کا لغوی معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لفظ غوث کا لغوی مفہوم

الغوث يقال فى النصرة والغيث فى المطر واستغثته طلبت الغوث او الغيث۔ (المفردات ۶۱۷)

ترجمہ: غوث کا معنی مدد اور غیث کا معنی بارش ہے۔ استغاثہ کا معنی مدد طلب کرنا یا بارش طلب کرنا۔

اور لفظ استعانت کا معنیٰ بھی مدد طلب کرنا ہے امام راغب فرماتے ہیں:

والاستعانة طلب العون۔ (المفردات۔۵۹۸)

ترجمہ: استعانت کا معنی مدد طلب کرنا ہے۔

استغاثہ وتوسل

استغاثہ وتوسل در حقیقت ایک ہی چیز ہے کیونکہ دونوں میں مطلوب ایک ہی شئی ہوتی ہے ان میں فرق صرف فعل کی نسبت میں ہے جب فعل کی نسبت طالب مدد کی طرف کی جائے تو اس کا یہ عمل استغاثہ کہلائے گا۔ اور مستغاث مجازی (جس سے مدد طلب کی جارہی ہو) کی حیثیت سے وسیلہ کی ہوگی۔ کیونکہ مستغاث حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے

اور اگر براہ راست اللہ تعالی سے دعا کرتے ہوئے استغاثہ کیا جائے تو وہ حقیقی مستغاث قرار پاتا ہے اللہ تعالی مقصود اصلی ہے اسے وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اہلسنت کے عظیم عالم دین حضرت علامہ مولینا عبدالحکیم شرف قادری اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

''استغاث وتوسل ایک ہی شئی ہے اللہ تعالیٰ مقصود اصلی ہے اسے وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اللہ کی بارگاہ میں مقبول اشیاء خواہ ذوات ہوں یا اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور ان سے استعانت بھی جائز ہے کیونکہ توسل اور استعانت اگر چہ الگ الگ الفاظ ہیں لیکن ان کی مراد ایک ہے۔''

امام علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

واذ قد تحررت هذا الانواع والاحوال فی الطلب من النبی ﷺ و ظهر الدعنی فلا علیك فی تسمیته توسلا او تشفعا او استغاثة او تجوها او توجها لان المعنیٰ فی جمیع ذالك سواء۔ (شفا،السقام۔ص۔۱۷۵)

ترجمہ: جب نبی اکرم ﷺ سے کسی شئی کے طلب کرنے کے احوال اور اقسام کا بیان ہو گیا اور مطلب ظاہر ہو گیا تو اب تم اس طلب کو توسل کہو یا تشفع ،استغاثہ کہو یا تجوہ یا توجہ کوئی حرج نہیں کیونکہ ان سب کا مطلب ایک ہی ہے۔ (ندائے یارسول اللہ ص ۶۔۷)

توسل، تشفع استغاثہ، تجوہ اور توجہ سب کا مطلب ایک ہے

معلوم ہوا کہ توسل، تشفع اور استغاثہ، تجوہ اور توجہ سب کا ایک مطلب ہے یعنی

اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقرب بندوں کے ذکر سے تبرک حاصل کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ خواہ یہ محبوب بندے زندہ ہوں یا وصال فرما گئے ہوں ہر دو حالتوں میں ان سے توسل واستشفاع اور استغاثہ جائز ہے۔ موثر وموجد حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ان مقرب بندوں کا ذکر کسب عادی کی مانند سبب عادی ہے جس طرح تخلیق وایجاد میں کسب کا کوئی دخل نہیں اسی طرح سبب عادی کا بھی ایجاد وخلق میں کوئی دخل نہیں۔

مخلوق میں سے کسی کو بھی اللہ کے ملک واقتدار میں شرکت اور اس کے ارادہ و اختیار میں مزاحمت اور اس کے حکم وفعل میں مقابلہ نہیں وہ جو چاہتا ہے اس کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے اور جس طرح اس کا ارادہ ہوتا ہے کائنات میں تصرف فرماتا ہے۔ اس کا نہ کوئی شریک وسہیم ہے نہ نظیر ومثل اور نہ اس کا کوئی مددگار ومعاون ہے اس کو نہ کسی وزیر کی مدد کی اور نہ کسی مشیر کے تعاون کی حاجت ہے۔ نہ اس کی مملکت کی رونق میں کسی کی رضا وخوشنودی سے اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کی ناراضگی سے اس کے کارخانہ حکمت میں خلل پیدا ہوتا ہے اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو اپنی بارگاہ کے مقرب بنایا اور انہیں اپنی عنایت وکرم نوازی سے عزت وعظمت سے سرفراز فرمایا اور بعض کو مردود وگمراہ کیا اور ذلت ورسوائی ان کا مقدر کیا۔ ان دونوں گروہوں میں مختلف مراتب ومتفرق درجات رکھے اپنے مقربین کو ان کے درجات کے مطابق مقام ومرتبہ عطاء فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے مطابق عزت وکرامت عطاء فرمائی۔ ان مقربین بارگاہ الٰہی کو رب العزت کی بارگاہ میں جتنی عزت اور جس قدر ان کے قلوب میں محبت الٰہی ہے اس قدر

ان کے وابستگان و متوسلین کی دینی اور دنیوی حاجتوں کے بارے میں ان کی سفارش اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔اوران مقربین کوان کے مراتب کے مطابق یہ اجازت عطاء فرمادیتا ہے کہ وہ اپنے متعلقین و متوسلین کے لیے دنیاوآخرت میں مصیبت و عذاب کے ٹالنے اور منافع کے حصول کے لیے اس کی بارگاہ میں سفارش کریں۔اللہ تعالیٰ اس عزت افزائی کے ذریعے انہیں مخلوق میں ممتاز مقام سے نوازتا ہے اسی لیے مخلوق خدا اکثر ہردوجہاں کی حاجتوں میں ان سے شفاعت وسفارش کے طلبگار ہوتی ہے اوران مقربین کی شفاعت کے فیض سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتی ہے چونکہ بارگاہ الٰہی میں مقربین کی عزت ووجاھت ان کی شفاعت اوران کے سوال کی مقبولیت کا سبب ہے اسی لیے دوسروں کی نسبت صالحین کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔سابقا یہ صراحت گزرچکی ہے کہ توسل، استغاثہ، تشفع اور طلب دعا وغیرہ ان تمام الفاظ کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی مقربین بارگاہ الٰہی کے ذکر سے تبرک حاصل کرنا اوران سے بارگاہ الٰہی میں سفارش کرنے اوردعا کرنے کی درخواست کرنا ہے۔استغاثہ میں مدد کی حقیقتاً طلب اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے مجازاً سبب عادی کے طور پر مقربین بارگاہ الٰہی سے' اہل اسلام جب بھی مقربین سے استغاثہ کرتے ہیں تو ان کے دل میں استغاثہ کا مطلب اس کے سواء کچھ بھی نہیں ہوتا کہ حقیقت میں اللہ ہی سے مدد ونصرت طلب کی جارہی ہے اوروہی حقیقی مددگار ہے۔اللہ کے یہ صالح ومقرب بندے صرف اورصرف اللہ تعالیٰ اور مدد طلب کرنے والے کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔مستغاث حقیقی اللہ ہی ہے خلق اور ایجاد کے اعتبار سے مدد اسی کی جانب سے ہے ان مقبولان بارگاہ الٰہی کی جانب مدد کسب اورسبب عادی کی وجہ سے منسوب کی جاتی ہے۔کہ اللہ کے ہاں

انہیں تقرب وعزت ووجاہت اور علو مرتبہ حاصل ہے جب وہ بارگاہ الٰہی میں سفارش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرما کر استغاثہ کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے۔اس سبب عادی اور کسب کی بناء پر مجاز امدد کی نسبت ان کی طرف بھی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کو حقیقی مستعان ومستغاث مان کر مجازاً کسی کام میں دوسرے انسان کی طرف مدد کی نسبت کی جائے تو یہ ہرگز شرک نہیں اور نہ ایسا کرنے والا مشرک ٹھہرتا ہے یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عام انسانی محاوروں اور کلام کے علاوہ قرآن حکیم اور سنت نبویہ میں حقیقت ومجاز عقلی دونوں کا استعمال موجود ہے۔

مجاز عقلی

نسبت کی دو قسمیں ہیں۔ا۔حقیقت عقلیہ ۲۔مجاز عقلی

فعل کی نسبت اگر ایسی شئی کی طرف کی جائے جو بظاہر متکلم کے نزدیک فعل اس کی صفت ہے تو اسے حقیقت عقلیہ کہا جاتا ہے اور اگر فعل جس کی صفت ہے اس کے بجائے اس کے کسی متعلق کی طرف نسبت کر دی جائے اور ساتھ ہی کوئی علامت بھی پائی جائے کہ یہ نسبت موصوف کی طرف نہیں بلکہ اس کے متعلق کی طرف ہے تو اسے مجاز عقلی کہا جاتا ہے اور یہ علامت کبھی لفظی ہوتی ہے اور کبھی معنوی، مثلاً اگر اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر یہ کہے کہ ڈاکٹر نے مریض کو شفا دی ہے تو یہ اسناد حقیقی ہوگا کیونکہ وہ اللہ کے وجود اور اس کی تاثیر کا قائل نہیں اور اگر یہی بات مومن کہے تو اسے مجاز عقلی کہا جائے گا کیونکہ اس کا ایماندار ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شفاء کی نسبت ڈاکٹر کی طرف صرف اس لیے کر رہا ہے کہ وہ شفاء کا سبب ہے وہ اس لیے نسبت نہیں کر رہا کہ

فی الواقع ڈاکٹر نے شفاء دی ہے مومن کا عقیدہ ہے کہ شفاء دینے کا اختیار تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی مومن انبیاء واولیاء سے استغاثہ واستعانت کرتا ہے تو اس کا ایماندار ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے نزدیک حقیقی مددگار ومعین اور کارساز وحاجت روا اللہ تعالیٰ ہی ہے انبیاء واولیاء کی طرف نسبت مجاز عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد پورا ہونے کے لیے سبب ووسیلہ ہیں مجاز عقلی کا استعمال نہ کفر ہے اور نہ ہی شرک قرآن وسنت میں بے شمار مقامات پر اس کے شواہد موجود ہیں عام طور پر ہم کہتے رہتے ہیں فلاں نے مجھے فائدہ پہنچایا یا فلاں نے مجھے نقصان دیا زید نے مجھے یہ چیز دی عمر نے مجھے فلاں چیز سے محروم کیا۔ حالانکہ ہم یقیناً یہ جانتے ہیں اور ہمارا یہ پکا عقیدہ ہے کہ ضرر رساں اور نفع بخش اور دینے اور لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے باوجود ہم غیر کی طرف ان افعال کی نسبت کرتے ہیں اور یہ نسبت مجاز عقلی ہے اور مجاز عقلی کا استعمال خود قرآن حکیم میں موجود ہے۔

قرآن کریم میں ہے۔

وقتل داؤد جالوت۔ (البقرۃ۔۲۵۱)

ترجمہ: اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو۔

واضلّھم السامری۔ (طٰہٰ۔۸۵)

ترجمہ: اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا۔

دیکھئے یہاں پر مارنے کی نسبت حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اور گمراہ کرنے کی نسبت سامری کی طرف فرمائی گئی ہے اور یہ نسبت بطور مجاز ہے ورنہ ہم یقینی طور پر

جانتے ہیں کہ ہدایت دینایا نہ دینااور موت وحیات صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اور قرآن کریم میں ارشاد ہے:

واذا تلیت علیھم ایاته زادتھم ایمانا۔ (الانفال۔۲)

اس آیت کریمہ میں ایمان کی زیادتی کی نسبت آیات کی طرف کی گئی ہے حالانکہ حقیقت میں ایمان میں اضافہ کرنے والا اللہ ہی ہے لیکن بطور مجاز عقلی زیادتی ایمان کی نسبت آیات کی طرف کی گئی ہے کیونکہ یہ سبب عادی ہے۔

یوماً یجعل الولدان شیبا۔ (المزمل۔۱۷)

ترجمہ: اس دن جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔

اس آیت کریمہ میں بوڑھا بنانے کی نسبت دن کی طرف کی گئی ہے جبکہ حقیقت میں بوڑھا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے مگر یہاں پر دن کی طرف نسبت بطور مجاز عقلی کے کی گئی ہے کیونکہ دن بوڑھا ہونے کا محل ہے۔

اور قرآن کریم میں ہے۔

ولا یغوث ویعوق و نسراً و قد اضلوا کثیراً۔ (نوح۔۲۳)

ترجمہ: اور یغوث اور یعوق اور نسر کو اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا۔

یہاں پر بھی گمراہ کرنے کی نسبت اصنام کی طرف بطور مجاز عقلی ہے کیونکہ یہ حصول گمراہی کے سبب ہیں ورنہ حقیقت میں ہدایت دینے اور گمراہ کرنے والا اللہ ہی ہے۔

یا ھامان ابن لی صرحاً۔ (مومن ۳۶)

ترجمہ: اے ہامان میرے لیے اونچا محل بنا۔

اس میں بھی بنانے کی نسبت ہامان کی طرف بطور مجاز عقلی ہے ورنہ حقیقت

میں تعمیر کرنے والے تو کاریگر تھے۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ (الانفعال۔۱۷)

ترجمہ: اور اے محبوب جو خاک تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔

اس آیت کریمہ کے پہلے جملے میں کنکریاں پھینکنے کی حضور ﷺ سے نفی ہے اور دوسروں میں اثبات ہے نفی بااعتبار خلق وایجاد کے ہے یعنی اس پھینکنے کی حضور ﷺ سے نفی ہے اور دوسرے میں اثبات ہے نفی بااعتبار خلق وایجاد کے ہے یعنی اس پھینکنے کے عمل کو عدم سے وجود میں لانے اور پیدا کرنے کی نفی ہے کیونکہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اثبات بطور کسب اور سبب عادی کے ہے۔

اور اس فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بطور ایجاد وخلق کے ہے۔ الغرض فعل کی جہاں آپ سے نفی ہے وہاں مراد خلق فعل ہے اور جہاں اثبات ہے وہاں کسب فعل مراد ہے اور جہاں اس فعل کی نسبت اللہ کی طرف ہے وہاں اس سے مراد اس فعل کا پیدا کرنا ہے جو کہ اللہ کی صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم۔ (الانفال:۱۷)

ترجمہ: تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے ان کافروں کے قتل کی تخلیق نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا۔ یعنی ان کے قتل کی تخلیق فرمائی۔ اسی طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

ما انا حملتکم ولکن اللہ حملکم۔

ترجمہ: میں نے تمہیں سوار نہیں کیا۔ (یعنی سوار کرنے کے عمل کو ایجاد نہیں کیا) لیکن اللہ نے تمہیں سوار لیا ہے یعنی اللہ نے سوار ہونے کے عمل کو پیدا کیا۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ قرآن وسنت اور عام انسانی محاوروں میں فعل کی نسبت مجازاً مکتسب اور سبب عادی کی طرف کرنا امر معلوم ہے۔ جس پر شریعت اور لغت دونوں میں کوئی امر مانع نہیں۔

واقعۂ قارون کو بیان کرنے والی صحیح حدیث میں ہے کہ قارون کو جب زمین میں دھنسایا جا رہا تھا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس عذاب سے بچانے کی درخواست کی مگر آپ نے اس کی اس درخواست پر کوئی التفات نہ فرمایا بلکہ آپ نے زمین سے فرمایا "یا ارض خذیه" اے زمین اس کو پکڑ لو۔ اس پر اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عتاب فرماتے ہوئے فرمایا۔

استغاث بك سبع مرة فلم تغثه واما عزتی و جلالی لو استغاث بی مرة لاغثته۔ (تفسیر مظہری ج ۷، ص ۸۵)

ترجمہ: ہامان نے تجھ سے ستر مرتبہ مدد طلب کی تو تم نے اس کی مدد نہ کی میری عزت وجلال کی قسم اگر وہ مجھ سے ایک مرتبہ بھی مدد طلب کرتا تو میں اس کی مدد کرتا۔

اس حدیث پاک میں بھی اغاثہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف مجازی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الشمس تدنو یوم القیامة حتیٰ یبلغ العرق نصف الاذن بینما هم کذالك استغاثوا بادم ثم بموسیٰ ثم بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۹۹ کتاب الزکوۃ)

ترجمہ: قیامت کے روز سورج قریب آجائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی حرارت کی وجہ سے پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا پس اسی اثناء میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے استغاثہ کریں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور پھر آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کریں گے۔

اس حدیث پاک میں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف اغاثہ کی نسبت موجود ہے۔

کتاب حصن حصین دعاؤں کا وہ مجموعہ ہے جو علامہ جزری نے احادیث صحیحہ سے منتخب کیا ہے اس مجموعہ میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

اذا انفلتت دابته فلیناد اعینوا یاعباد اللّٰہ رحمکم اللّٰہ۔ (الحصن الحصین ص ۲۲)

ترجمہ: جب کسی آدمی کی سواری گم ہو جائے تو نداء کرے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

الغرض! جس ذات سے مدد باعتبار کسب کے حاصل ہو اس پر لفظ استغاثہ کا اطلاق اور اس کی طرف مدد کی نسبت کرنا امر معلوم ہے۔ جس میں نہ لغت کے اعتبار سے کوئی شک ہے اور نہ شرع کے اعتبار سے کوئی شبہ۔

مشہور اہل حدیث عالم نواب وحید الزمان مجازی نسبت پر گفتگو کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

وکما فی قولہ تعالیٰ واذ تخلق من الطین و تبری الاکمہ والابرص باذنی فاسند الخلق والا براء الی عیسیٰ مجازا فلو طلب احد من عیسیٰ روح اللہ ان یحی میتا باذن اللہ فلا یکون شرکا اکبر وکذالک لو طلب احد من ولیٍّ حی او من روح نبی او صالح ان یھب لہ الا ولاد او لیشفیہ من مرض او یدفع عنہ سوءً ا باذن اللہ وامرہ فھذا لا یکون شرکا اکبر۔ (حاشیہ ہدیۃ المہدی ص۔۱۹)

ترجمہ: اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اذ تخلق من الطین" میں پیدا کرنے اور شفاء دینے کی نسبت مجازا حضرت عیسیٰ روح اللہ کی طرف کی گئی ہے پس اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام سے درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردے کو زندہ کریں تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص زندہ ولی سے یا نبی یا ولی کی روح سے یہ درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے اولاد دیں یا اس کی بیماری دور کردیں تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری نسبت مجازی کی بحث کے تحت رقمطراز ہیں:

انبیاء واولیاء سے حصول مقاصد کی درخواست کرنا شرک وکفر نہیں۔
جیسے عام طور پر مبتدعین کا رویہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا

فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن واولیٰ یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاء واولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے کیونکہ حقیقت حقیقت ہے اور مجاز مجاز ہے یا بارگاہ انبیاء واولیاء میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرمادے اور حاجتیں بر لائے اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہو گی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔ (ندائے یارسول اللہ،ص:۱۲)

بات بات پر اہل اسلام پر شرک کے فتوے جڑنے والوں کا سارادارومدار شرک کے غلط مفہوم کی بناء پر ہے

بات بات پر اہل اسلام پر شرک کے فتوے جڑنے والوں کا سارادارومدار شرک کے غلط مفہوم کی بناء پر ہے اسی لیے انہیں ہر کوئی شرک میں گرفتار نظر آتا ہے ان کی نظروں میں حقیقی اور مجازی معنوں میں کوئی فرق نہیں، مومن دنیا میں جن چیزوں سے مدد طلب کرتا ہے انہیں محض وسیلہ سمجھتا ہے اور اپنا حقیقی معین ومددگار اللہ ہی کو مانتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے اس کا یہ پختہ عقیدہ ہے سارے کے سارے وسائل اللہ ہی نے پیدا کیے ہیں اور سب اسی کے قبضہ واختیار میں ہیں۔ اس کی نگاہ وسائل سے استمداد کے وقت بھی مسبب الاسباب پر ہوتی ہے۔ اور وہ یقین رکھتا ہے کہ ان وسائل واسباب کی ڈور بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے مخلوق میں سے اگر کسی کی جانب سے

اسے مدد حاصل ہو رہی ہے تو وہ بھی درحقیقت اللہ ہی کی مدد ہے بندہ تو اس کی مدد کا مظہر ہے اگر کوئی انسان اسلام کی اس بنیادی تعلیم سے ہٹ کر اگر یہ عقیدہ رکھے کہ استغاثہ و استعانت اور طلب و نداء میں کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کی عطاء اور اس کے اذن کے بغیر مستقل بنفسہ نفع و ضرر کی مالک ہے تو بے شک ایسا عقیدہ شرک اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے خواہ اس استمداد کا تعلق مافوق الاسباب سے ہو یا ماتحت الاسباب سے دونوں صورتوں میں اس عقیدے کا حامل مشرک قرار پائے گا لیکن اگر اس کے برعکس کوئی انسان اللہ تعالیٰ کو حقیقی مستعان و مستغاث مان کر مجازاً کسی کام میں کسی دوسرے انسان سے مدد طلب کرے تو یہ ہرگز شرک کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ یہ اختیار اسباب کے ضمن میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے عالم کو عالم اسباب قرار دیا ہے۔ اور ہم انسانوں کو دوسرے انسانوں اور دوسری اشیاء کا ضرورت مند بنایا ہے اور ہمارے لیے ناگزیر ہے کہ ہم زندگی میں اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دوسری اشیاء اور دوسرے لوگوں سے مدد طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر مخلوق کو دوسرے کا محتاج بنایا ہے انسانی معاشرہ اس قسم کا ہے کہ ہر کوئی دوسرے کا محتاج ہے اسی لیے اسلامی تعلیمات میں باہمی تعاون اور ایک دوسرے کی مدد کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وتعاونو علی البر والتقوی۔ (المائدہ:۲)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اس آیت کریمہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان ایک دوسرے کے محتاج ہیں لہٰذا ایک دوسرے کی مدد کیا کریں لیکن انسان کا آخری اعتماد اور قلب کا سہارا یعنی وہ

ذات جس پر انسان کافی الواقع تکیہ ہے وہ اللہ تعالیٰ ہونا چاہیے اور دنیا میں جن چیزوں سے مدد طلب کی جاتی ہے انہیں محض وسیلہ سمجھے اور یہ یقین کرلے خود انسان اور اس کی جسمانی طاقت، زور بازو، ذہنی قوت اور سب وسائل جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں ان سب کی ڈور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ غرضیکہ دنیا میں کسی بھی وسیلہ سے مدد طلب کیجائے مگر نظر ہر وقت مسبب الاسباب پر ہونی چاہیے اور یقین ہونا چاہیے کہ ان تمام وسائل واسباب کی ڈور رب کریم کے قبضہ قدرت میں ہے۔

مفسر قرآن علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ کے ساتھ خاص ہے حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات وخدام واحباب وغیرہ سب عون الٰہی کے مظہر ہیں بندے کو چاہیے کہ اس پر نظر رکھے۔ اور ہر چیز میں دست قدرت کو کارکن دیکھے اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء وانبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے عقیدہ باطلہ ہے کیونکہ مقربان حق کی امداد، امداد الٰہی ہے استعانت بالغیر نہیں۔ (خزائن العرفان، ص:۳)

ایاك نستعین کی تفسیر کے تحت اس حقیقت کو شیخ محمود الحسن صاحب دیو بندی ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

> اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

(تفسیر عثمانی، ص ۳)

اسی آیت کریمہ کے تحت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

یعنی جیسے ہم عبادت صرف تیری کرتے ہیں اسی طرح مدد بھی صرف تجھ ہی سے طلب کرتے ہیں تو ہی کارساز حقیقی ہے تو ہی مالک حقیقی ہے ہر کام میں ہر حاجت میں تیرے سامنے ہی دست سوال دراز کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس عالم اسباب میں اسباب سے قطع نظر کر لی جائے، بیمار ہو جائے تو علاج سے کنارہ کش، تلاش رزق کے وقت وسائل معاش سے دستبردار، حصول علم کے لیے صحبت استاد سے بیزار اس طریقہ کار سے اسلام اور توحید کو کوئی سروکار نہیں کیونکہ جو شافی، رازق اور حکیم ہے اسی نے ان نتائج کو ان اسباب سے وابستہ کر دیا ہے اسی نے ان اسباب میں تاثیر رکھی ہے اب ان اسباب کی طرف رجوع استعانت بالغیر نہیں ہوگی۔

اسی طرح ان جملہ اسباب میں سب سے قوی تر اور اثر آفریں سبب دعا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ''الدعاء یرد القضاء'' کہ دعا تو تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے اور اس میں بھی کلام نہیں کہ محبوبان خدا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی عاجزانہ اور نیاز مندانہ التجاؤں کو ضرور شرف قبول بخشے گا۔ چنانچہ حدیث قدسی جسے امام بخاری اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

ولان سئلتی لا عطینّه ولان استعاذنی لا عیذنّهٗ۔

ترجمہ اگر میرا مقبول بندہ مجھ سے مدد مانگے گا تو میں ضرور اس کا سوال پورا

کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے گا تو میں ضرور اسے پناہ دوں گا۔

تو اب اگر کوئی شخص ان محبوبان الٰہی کی جناب میں خصوصاً حبیب کبریاء علیہ التحیۃ والثناء کے حضور میں کسی نعمت کے حصول یا کسی مشکل کے کشود کے لیے التماس دعا کرتا ہے تو یہ بھی استعانت بالغیر اور شرک نہیں بلکہ عین اسلام اور عین توحید ہے۔ہاں اگر کسی ولی، شہید یا نبی کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ یہ مستقل بالذات ہے اور خدا نہ چاہے تو بھی کر سکتا ہے تو یہ شرک ہے اور ایسا کرنے والا مشرک ہے۔ (ضیاء القرآن ج ۱ ص ۲۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "ایاك نستعین" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد واو را مظہر عون الٰہی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق است واو را یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکارخانہ اسباب وحکمت او تعالیٰ درآن نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز وروا ست وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔ (تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۸)

ترجمہ: یہاں پر یہ سمجھنا چاہیے کہ غیر سے اس طرح استعانت حرام ہے کہ اعتماد اس غیر پر ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے

اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس غیر سے ظاہری استعانت کرے تو یہ راہ معرفت سے دور نہ ہوگا اور شریعت میں جائز اور روا ہے اس قسم کی استعانت انبیاء، اولیاء نے غیر سے کی ہے درحقیقت استعانت کی یہ قسم غیر سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔

استغاثہ مافوق الاسباب وماتحت الاسباب کی تقسیم خودساختہ ہے

یہ بھی جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ''وتعاونوا علی البر والتقویٰ'' کے ذریعہ باہمی تعاون کا مطلق حکم دیا ہے۔لہٰذا مادی وروحانی سب۔معاملات میں استمداد واستغاثہ اسی حکم الٰہی کے تحت داخل ہوگا اور اسی طرح خواہ ماتحت الاسباب معاملات میں استغاثہ ہو یا مافوق الاسباب معاملات میں وہ بھی اسی حکم ربانی کے تحت داخل ہوگا' درحقیقت ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب ہر دو طرح کے امور میں اسباب ہوتے ہیں۔لیکن ماتحت الاسباب امور میں اسباب بدیہی ہوتے ہیں۔اور مافوق الاسباب امور میں عام انسان کی آنکھ سے مخفی ہوتے ہیں۔البتہ اسباب یہاں بھی ہوتے ہیں مافوق الاسباب امور میں اگرچہ اسباب عادیہ کا ترک ہوتا ہے حقیقت میں کوئی بھی امور مطلقا مافوق الاسباب نہیں ہوتے۔البتہ ماتحت الاسباب میں اسباب ظاہری ہوتے ہیں جو عام انسانوں کو دکھائی دیئے جاتے ہیں۔جبکہ مافوق الاسباب میں اسباب غیر عادیہ ہونے کی وجہ سے ہر انسان کو نظر نہیں آتے چنانچہ علامہ غلام رسول سعیدی شارح صحیح مسلم اس نکتہ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

''علاج و معالجہ عادتاً سبب ہیں۔لہٰذا اگر کوئی شخص حکیم یا ڈاکٹر سے

اپنے زخم کا علاج کرواتا ہے تو یہ امور عادیۃ اور ماتحت الاسباب العادیہ ہیں اگر کوئی شخص لعاب دہن لگا کر کسی کی نکلی ہوئی آنکھ کو لگا دے یا لعاب دہن سے کسی کی دکھتی آنکھ ٹھیک کر دے یا محض پھونک سے کسی کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی یا ٹانگ جوڑ دے یا لعاب دہن سے کسی کی زہر خوردہ ایڑی ٹھیک کر دے تو یہ اسباب امور غیر عادیہ میں سے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ لعاب دہن وغیرہ ان چیزوں کے ٹھیک کرنے کے لیے سبب ہیں لیکن عادی نہیں اس لیے یہ تمام امور مافوق الاسباب العادیہ کے تحت درج ہوں گے اس لیے قتادہ ابن نعمان رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکلی ہوئی آنکھ لے کر آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن لگا کر اسے ٹھیک کر دینا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا اپنی پنڈلی اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے پھونک، لعاب دہن لگا کر ٹھیک کر دینا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی آنکھ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زہر خوردہ ایڑھی ٹھیک کرنا مافوق الاسباب (العادیۃ) امور میں صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت اور آپ کی اعانت ہے۔'' (مقام ولایت ونبوت ص ۱۴۵)

ظاہر ہوا کہ امور مافوق الاسباب میں بھی کسی نہ کسی درجہ کے اسباب ضرور کارفرما ہوتے ہیں۔ کن فیکون کے سوا کوئی امر مافوق الاسباب نہیں البتہ بعض امور کے اسباب ہمیں ظاہری طور پر نظر نہیں آتے اس لیے انہیں عام طور پر امور مافوق الاسباب کا نام دیا جاتا ہے۔ لہٰذا استغاثہ ماتحت الاسباب کو جائز اور استغاثہ مافوق

الاسباب کو شرک قرار دینا غیر معقول بات ہونے کے علاوہ یہ ایک خودساختہ تقسیم ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی ایک قسم کے جواز اور دوسری قسم کے عدم جواز کا کوئی ذکر نہیں۔ قرآن کریم میں ''ایاك نستعین'' فرما کر اللہ سے مدد طلب کرنے کو مطلق رکھا گیا ہے لہٰذا ہم خودساختہ تقسیم کے تحت اس کا یہ معنیٰ متعین نہیں کر سکتے۔ اے اللہ ہم تجھ سے صرف مافوق الاسباب امور میں مدد طلب کرتے ہیں کیونکہ وہ تیرے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا رہی بات ماتحت الاسباب امور کی تو ان میں چونکہ تیرے علاوہ حصول مدد کے اور بھی کثیر ذرائع موجود ہیں۔ ان میں تجھ سے مدد مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں اس طرح کی خودساختہ تقسیم کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس آیت کریمہ میں استغاثہ حقیقی ومجازی کی تقسیم ضروری ہے۔ کیونکہ اگر اس تقسیم کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ امور ماتحت الاسباب میں مستغاث حقیقی کون ہوگا؟ اگر کوئی بیمار شخص کسی ڈاکٹر کے پاس علاج کی غرض سے جائے تو مستعان حقیقی کون ہوا؟ وہ ڈاکٹر جو مریض کا علاج کر رہا ہے یا کہ اللہ تعالیٰ؟ اگر اس کا جواب یہ ہو کہ دنیوی امور میں بھی مستعان حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب میں فرق کیا رہا؟ مافوق الاسباب میں اسی استغاثہ کا نام شرک اور ماتحت الاسباب میں اجازت، یہ کہاں کا اصول ہے کہ حقیقت ومجاز کا فرق ملحوظ رکھے بغیر مستعان مطلق بھی اللہ کو قرار دیا جائے اور اس کے غیر سے مدد بھی طلب کرتے پھریں؟ حالانکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

و ربنا الرحمان المستعان علی ما تصفون۔ (الانبیاء:۱۱۲)

ترجمہ: اور ہمارا رب بے حد رحم کرنے والا ہے اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے

ان (دل آزار) باتوں پر جو (اے کافرو) تم بیان کرتے ہو۔

اگر مذکورہ سوال کا یہ جواب دیا جائے کہ علاج معالجہ کا تعلق دنیوی امور میں سے ہے اور یہ امور ماتحت الاسباب میں داخل ہیں اور امور ماتحت الاسباب میں مستغاث حقیقی اللہ تعالیٰ نہیں انسان ہی ہے تو اس سے تعدد لازم آئے گا۔ جو یقیناً شرک ہے، کہ دنیوی امور میں مستعان بندہ کو اور مافوق الاسباب میں اللہ کو۔ یہ تو بالکل اسی طرح کا شرک قرار پائے گا جو کفار ومشرکین مکہ کا تھا کہ وہ دنیوی امور میں بندوں کو مددگار تسلیم کرتے اور دیگر امور میں اللہ تعالیٰ کو مددگار مانتے تھے اور اگر یہ بات کی جائے کہ دنیوی امور میں بھی اللہ تعالیٰ ہی مستعان ہے تو پھر اس کے غیر سے مدد مانگنا کیونکر درست ہو گیا؟ اور اگر مانعین استغاثہ کے نزدیک بھی امور ماتحت الاسباب میں مستغاث ومستعان حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور مخلوق سے استعانت فقط ظاہری اور مجازی معنی میں ہے حقیقی معنی میں نہیں تو پھر اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ماتحت الاسباب میں غیر سے مدد طلب کرنا استغاثہ مجازی ہونے کی وجہ سے جائز ہے تو مافوق الاسباب میں مجاز ہونے کے باوجود کیسے حرام ہو گیا؟ جبکہ وہاں بھی استغاثہ حقیقی کے بجائے استغاثہ مجازی ہی تھا۔ (ملتقطاً از مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت، ڈاکٹر طاہر القادری)

استغاثہ کو ممنوع قرار دینے والے اگر مطلق استغاثہ کو شرک قرار دیتے ہیں تو پھر ہر طرح کے استغاثہ سے شرک لازم آئے گا خواہ استغاثہ زندہ سے ہو یا وصال یافتہ سے ہر دو صورتوں میں استغاثہ شرک کے زمرہ میں آئے گا لہٰذا مظلوم کا ظالم کے خلاف حاکم کے سامنے استغاثہ اور دنیوی معاملات میں ایکدوسرے سے مدد لینا اور حکومت کا فوج سے مدد لینا اور اہل صنعت وحرفت سے مدد لینا اور مریض کا ڈاکٹر

سے مدد لینا یہ سب صورتیں شرک کی ہوں گی۔ کیونکہ ان سب صورتوں میں اللہ سے مدد لی جاتی ہے۔

بعد از وصال استغاثہ

اور اگر منکرین استغاثہ کے خیال میں زندوں سے استغاثہ جائز اور وفات یافتہ سے استغاثہ شرک ہے تو پھر یہ تفریق کیسی؟ کبھی تو غیر اللہ سے طلب فعل شرک اور کبھی غیر شرک حالانکہ استغاثہ خواہ زندہ سے ہو یا وفات یافتہ سے ہر دو صورتوں میں فعل کی نسبت تو غیر اللہ ہی کی طرف ہوتی ہے اور اگر ان کا خیال یہ ہو کہ زندہ سے استغاثہ اس لیے شرک نہیں کہ اس سے طلب فعل کے وقت موثر ذاتی اور مستقل بنفسہ ہونے کا عقیدہ نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں پھر تو زندہ اور وفات یافتہ کے درمیان کوئی فرق نہیں جس طرح زندہ کو غیر موثر سمجھ کر استغاثہ جائز ہے اسی طرح وصال یافتہ کو بھی غیر موثر سمجھتے ہوئے استغاثہ جائز ہونا چاہیے دونوں کے درمیان بلا کسی دلیل عقلی و نقلی کے فرق کرنا سینہ زوری ہے۔ اور اگر مانعین کا یہ خیال ہو کہ افعال اور تاثیرات کی کی نسبت جب ہم زندوں کی طرف کرتے ہیں تو ہمارا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا خالق و موجد اللہ تعالیٰ ہی ہے زندوں کو صرف کسب ظاہری حاصل ہے اس لیے زندوں سے استغاثہ جائز ہے جواباً ہم عرض کرتے ہیں کہ وصال یافتہ سے استغاثہ کی صورت میں بھی تو یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ تمام افعال و تاثیرات کا خالق و موجد اللہ ہی ہے۔ اس کے سواء کوئی خالق نہیں اور کوئی موجد نہیں انہیں تو صرف کسب حاصل ہے۔

اور اگر مانعین استغاثہ کا یہ خیال ہو کہ وصال یافتہ سے استغاثہ ان کے نزدیک

اس لیے ممنوع ہے کہ وصال یافتہ سے جو چیز طلب کی جارہی ہے وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا برخلاف زندہ کے کہ اسے قدرت حاصل ہے۔ اس کے جواب میں ہم اولاً یہ کہتے ہیں وفات یافتہ کا مطلوب پر قدرت نہ رکھنے سے زیادہ سے زیادہ ایسی طلب کا فقط عبث و بے فائدہ ہونا لازم آتا ہے نہ کہ شرک، حالانکہ زندوں سے استغاثہ بہ نسبت وصال یافتہ سے استغاثہ کیا جانا شرک کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اگر نور ایمان نہ ہوتو انسان حس و مشاہدہ کی بنیاد پر زندوں کو عطاء ومنع میں موثر ہونے کا عقیدہ رکھ سکتا ہے۔

ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ وصال یافتہ کا کسی شئی پر قدرت نہ رکھنے سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہو کہ وہ اپنے جسم اور روح و دونوں کے اعتبار سے فانی ہو چکا ہے اور اس کا جسم و روح دونوں فانی ہو چکے ہیں تو یہ ان کی جہالت ہے کیونکہ قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ ابدان سے مفارقت کے بعد روح کو حیات و بقا حاصل ہے روح فنا نہیں ہوتی چنانچہ قرآن پاک میں شہداء کی حیات کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

ولا تقولو المن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء لکن لا تشعرون۔ (البقرة ۱۵۴)

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ (آل عمران ۱۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

ان آیات سے شہداء کی حیات ثابت ہے جب شہداء کے لیے حیات ثابت ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام اور بہت سارے وہ صالحین جو شہداء سے بہتر ہیں جیسا کہ اکابر صحابہ کرام جو شہداء سے یقیناً افضل ہیں۔ جب شہداء کے لیے حیات ثابت ہے جو شہداء سے افضل ہوں ان کے لیے بدرجہ اولیٰ حیات ثابت ہوگی انبیاء کرام کی حیات تو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور پھر چھٹے آسمان پر بھی دیکھا اور آپ کو دن و رات میں پچاس نمازوں کی فرضیت میں تخفیف کی درخواست کرنے کو کہا اور اسی شب آپ نے حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ، حضرت یوسف، حضرت ہارون علیہم السلام سے ملاقات فرمائی یہ انبیاء کرام کی حیات برزخی کا واضح ثبوت ہے۔

روح کی بقاء

انسان پر موت طاری ہوتی ہے تو اس کی روح فنا نہیں ہوتی بلکہ وہ باقی رہتی ہے مگر انبیاء کرام اور شہداء کے اجسام بھی باقی رہتے ہیں اور دوسرے انسانوں کے جسم عموماً بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ:

علامہ ابو حیان (متوفی ۷۴۵ھ) قرآن کریم کی آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا کے تحت لکھتے ہیں:

ان الشهيد حى الجسد والروح ولا يقدح ذالك فى عدم شعورنا به فنحن نراهم على صفة الاموات وهم احياء كما قال الله تعالىٰ و ترى الجبال تحسبها جامدة و هى

تمّر مرّ الصحاب و کما یری النائم علی هیئة وهو یری فی منامهٖ ما یتنعم بهٖ و یتالم قلت و لذالك قال الله تعالیٰ احیاء ولکن لا تشعرون فنبه یقوله ذالك خطاباً للمومنین علی انهم لا یدرکون هذه الحیاة بالمشاهدة و الحس و بهٰذا یتمیتز الشهیدعن غیره ولو کان حیاة الروح فقط لم یحصل له تمیز عن غیره لمشارکة سائر الاموات فی ذالك ولعلم المومنین باسرٖهم حیاة کل الاروح فلم یکن لقوله ولکن لا تشعرون معنی وقد یکشف الله لبعض اولیائهٖ فیشاهد ذالك۔ (شرح الصدور باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: شہید کا جسم اور روح دونوں زندہ ہوتے ہیں اور ہمارا اس کو محسوس نہ کرنا اس میں قادح نہیں پس ہم ان کو مردوں کے حال میں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ زندہ ہیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

وتری الجبال تحسبتها جامدة و هی تمر مر السحاب۔ (النمل:۸۸)

''اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال۔''

اور جیسا کہ سونے والا اپنی حالت میں نظر آتا ہے حالانکہ وہ خواب میں کوئی شئی دیکھ رہا ہے جس سے وہ آسائش پاتا ہے یا دکھ پاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے بل احیاء ولکن لا

تشعرون (بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں) فرمایا پس اس قول سے مومنوں کو خطاب کر کے اس بات پر آگاہ کیا کہ اس حیات کو تم مشاہدے اور حس سے نہیں پاتے اور اس سے شہید و غیر شہید میں امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر اس سے مراد فقط روح کی حیات ہو تو شہید اور غیر شہید میں کوئی تمیز نہیں رہتی کیونکہ باقی مردے اس بات میں شہید کے مشارک ہیں اور سب مومن تمام ارواح کی حیات کو جانتے ہیں کہ پس اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ولکن لا تشعرون (لیکن تم کو خبر نہیں) کے کچھ معنی نہ ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بعض اولیاء پر کشف کر دیتا ہے پس وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ موت کے بعد روح تو ہر انسان کی باقی رہتی ہے مگر انبیاء کرام اور شہداء کے جسم بھی باقی رہتے ہیں اور دوسرے انسانوں کے جسم عموماً تمام بوسیدہ ہو جاتے ہیں صرف ایک ہڈی باقی رہ جاتی ہے جسے عجب الذنب کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

کل ابن آدم یاکله التراب الا عجب الذنب منه خلق و فیه یرکب۔ (مشکوۃ: باب النفخ فی الصور فصل اول)

ترجمہ: ابن آدم کے تمام جسم کو مٹی کھا جاتی ہے سوائے عجب الذنب کے کہ جس سے آدمی پیدا کیا گیا ہے اور جس سے ترکیب و پیوند دے کر قیامت کو اٹھایا جائے گا۔

موت کے بعد روح کے باقی رہنے پر بیشمار احادیث وارد ہیں جن میں چند درج

ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ابو سلمہ کے وصال کے وقت تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ حضرت ابو سلمہ کی آنکھ کھلی رہ گئی ہے تو آپ نے اسے بند کر دیا اور فرمایا:

ان الروح اذا قبض اتبعه البصر۔

(مشکوٰۃ باب مایقال عند من حضرت الموت، صحیح مسلم ج ا ص ۳۰۰)

ترجمہ: روح جب قبض کی جاتی ہے تو نگاہ اس کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ (اس سبب سے آنکھ کھلی رہ جاتی ہے)

۲۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا خرجت روح المومن تلقاها ملکان یصعدان۔

(مشکوٰۃ باب مایقال عند من حضرت الموت)

ترجمہ: جب مومن کی روح نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے پیش آتے ہیں جو اس کو اوپر لے جاتے ہیں۔

۳۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت صالحة قالت قد مونی وان کانت غیر صالحة قالت لاهلها یا ویلها این تذهبون بها یسمع صوتها کل شئی الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۷۵)

ترجمہ: جس وقت میت جنازے کی چارپائے پر رکھی جاتی ہے تو لوگ اس کو اٹھاتے ہیں پس اگر وہ نیکوکار ہو تو کہتی ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر نیکوکار نہ ہو تو اپنے اھل سے کہتی ہے ہائے خرابی اس کی اے کہاں لے کے جاتے ہو، اس کی آواز انسان کے سواء ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سنے تو بے شک وہ ہلاک ہو جائے۔

روح کی بقاء کے بارے میں ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

ھی موجودة قائمة کما کانت قبل الموت و قبل الحیاة الاولیٰ ولا انها یذھب حسها وعلمها بل حسهاو علمها اتم ما کان و حیاتها التی ھی الحس والحرکة الارادیة باقیة بحسبها اکمل ما کانت قط قال عز و جل وان الاخرة لهی الحیوان لو کانوا یعلمون۔

(کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل۔ جز خامس ص ۸۸)

ترجمہ: روح موت کے بعد موجود قائم ہے۔ جیسا کہ موت سے پہلے اور حیات اولیٰ سے پہلے تھی اور نہ ہی روح کی حس اور اس کا علم جاتا رہتا ہے بلکہ موت کے بعد اس کا ادراک پہلے سے زیادہ صحیح اور اس کا علم پہلے سے زیادہ کامل ہوتا ہے اور اس کی حیات جو حس و حرکت ارادیہ ہے وہ بدستور پہلے سے زیادہ کامل حالت میں باقی رہتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ان الدار الاخرة لهی الحیوان لو کانوا یعلمون۔ (عنکبوت ۶۴)

بے شک پچھلا گھر وہی سچی زندگی ہے اگر یہ سمجھ رکھتے۔

علامہ نسفی فرماتے ہیں:

الروح لا یموت لکنہ زال عن قالب فلان۔

(کتاب الروح ص۱۰۲ بحوالہ حاشیہ تبیین الحقائق)

روح نہیں مرتی بلکہ بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔

شیخ الاسلام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

والنفس باقیة بعد موت البدن عالمة باتفاق المسلمین۔

(شفاء السقام باب۔۹ فصل ۵)

ترجمہ: مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بدن کی موت کے بعد روح باقی رہتی ہے اور متصف بعلم ہوتی ہے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:

ذھب اھل الملل من المسلمین و غیرھم الیٰ ان الروح تبقی بعد موت البدن۔ (شرح الصدور ص۱۳۸)

ترجمہ: اہل مذاہب مسلمان و غیر مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ بدن کی موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

واتفقوا علی بقائھا بعد موت جسدھا۔

(کتاب الدرر والیواقیت جز۲ ص۱۴۱)

ترجمہ: بدن کی موت کے بعد روح کے باقی رہنے پر علماء کا اتفاق ہے۔

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''روح کو موت نہیں آتی جسم عنصری کو آتی ہے۔ یاد رکھو موت صرف جسم عنصری کو آتی ہے روح کو موت نہیں آتی بلکہ موت سے صرف اس کا تعلق جسم عنصری سے منقطع ہو جاتا ہے اب اس کے بعد یہ سمجھ کر لذات سے متنفع ہونے والا کون ہے کیا آپ کے نزدیک یہ بدن ہے ہرگز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ روح متنفع اور متلذذ ہوتی ہے اور جسم اس کے لیے بمنزلہ آلہ ومرکب (سواری) کے ہے اور یہ روح موت کے بعد بھی علی حالہ باقی رہتا ہے بلکہ اس کی قوت پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے تو موت کے بعد وہ اس عالم کی لذات سے متلذذ ہوتی ہے اور اگر تم یہ سمجھو کہ میری حقیقت تو محض جسم کی ہے تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی گدھے پر سوار ہو کر یوں سمجھے کہ میں گدھا ہوں ہواس کا تو کوئی علاج نہیں صاحب آپکی حقیقت وہ ہے جس کو آپ ''میں'' سے تعبیر کرتے ہیں کہ میں نے یہ کیا۔ میں نے وہ کیا اب آپ غور کیجیئے کہ اس میں ''میں'' کا مصداق کیا چیز ہے؟ کیا آنکھ، ناک یا منہ اور ہاتھ پیر کو ''میں'' کا مصداق کہہ سکتے ہیں، ہرگز نہیں' ورنہ چاہیے کہ ان اعضاء کے جاتے رہنے سے انسان بھی جاتا رہے۔ اور یہ غلط ہے۔ غرض یہ ثابت ہو گیا کہ انسان میں جو اصل چیز ہے وہ حقیقت میں وہی انسان ہے موت کے بعد وہ اپنے حال پر رہتا ہے اس کی قوت وصفات میں کچھ کمی نہیں آتی بلکہ پہلے سے کچھ ترقی ہو جاتی ہے اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ گو روح کو موت نہیں آتی مگر جسم سے تو تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو انتفاعات روح سے تنہا نہیں ہو سکتے تھے تو اب

وہ نہ ہو سکیں گے۔ اس کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ موت کے بعد جسم مثالی مرکب (سواری) جو اس جسم عنصری سے لطیف اور قوی تر ہے۔ وہ سب لذات سے منتفع ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں یہاں کی لذات ہیچ ہیں اور روح ان سے متلذز ہے۔ کھانا بھی پینا بھی سیر و تماشا بھی ملاقات احباب بھی مکانات و باغات بھی وغیرہ وغیرہ۔ اس حقیقت کا مراقبہ کر کے موت کا دھیان کرو تو انشاء اللہ موت سے وحشت نہ ہوگی بلکہ اس کا شوق پیدا ہوگا۔"

(اشرف الجواب حصہ چہارم صفحہ نمبر 556 تا 558)

موت کے بعد روح کا جسم کے ساتھ اتصال

موت کے بعد جسم کے ساتھ روح کا تعلق و اتصال رہتا ہے اور روح اپنے کمالات کا عکس بدن پر ڈالتی ہے لیکن روح کا موت سے پہلے بدن کے ساتھ جو تعلق ہوتا ہے وہ تعلق موت کے بعد اور روح کے بدن سے نکل جانے کے بعد بدل جاتا ہے۔

علامہ زین الدین قاسم بن قطوبغا حنفی (متوفی ۸۷۸ھ) لکھتے ہیں:

قال الامام القونوی وارواح الکفار متصلة باجسادها فتعذب ارواحها فیتالم ذالک الجسد کالشمس فی السماء ونورها فی الارض واما ارواح المومنین فی علیین و نورها متصل بالجسد ویجوز مثل ذالک الا تری ان الشمس فی السماء و نورها فی الارض۔

(کتاب المسامرة بشرح المسائرة و علی المسامرة ایضا حاشیة للشیخ زین الدین قاسم الحنفی مطبوعہ مصر ص ۲۳۲)

ترجمہ امام تونوی فرماتے ہیں کہ کافروں کی روحیں ان کے جسموں سے متصل ہوتی ہیں پس روحوں کے عذاب سے ان کے جسم دکھ پاتے ہیں جیسا کہ سورج آسمان پر اور اس کی روشنی زمین پر ہے اور مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں اور ان کا نور ان کے جسم سے متصل ہے اور اس طرح ہونا جائز ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ سورج آسمان پر اور اس کی روشنی زمین پر ہے۔

ثابت ہوا کہ میت کی روح کو جسم سے یا جسم کے اجزائے باقیہ سے اتصال و تعلق رہتا ہے اس لیے برزخ کے عذاب و نعیم میں دونوں شریک ہیں۔

حضرت امام اہل سنت غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حقیقت انسانیت وہ چیز ہے جو مرنے کے بعد بھی زندہ اور باقی رہتی ہے یہ جسم اور روح جن کا مجموعہ ہمیں انسان نظر آتا ہے ان دونوں میں جو اصل حقیقت ہے وہ روح ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جسم تو گل سڑ جاتا ہے اگر جسم کو اصل حقیقت قرار دیا جائے تو پھر یہ تو مرنے کے بعد فناء ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ اصل حقیقت تو روح ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا ہے۔ (شرح الصدور ص ۶۳) وہ جنت کا باغ اور دوزخ کا گڑھا کس لیے ہے؟ تعین کیجیے اسی روح کے لیے ہے اجزاء جسمانی چاہے بکھرے ہوئے ہوں یا اکٹھے ہوں ان کا تعلق روح سے اس طرح ہوتا ہے جیسے سورج کا تعلق اشیاء سے ہے اگر کہیں ریت کا ڈھیر پڑا ہو یا

سنگلاخ زمین ہو یا گردوغبار میں ہو تو بھی سورج کی کرنوں کا تعلق اس سے ہے اسی طرح جسم کے اجزاء پر روح کی شعائیں پڑتی ہیں۔ تو مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق اس سالم بدن یا جسم کے متفرق اجزاء سے ضرور ہوگا البتہ روح کا تعلق جو بدن سے اب ہے وہ تعلق مرنے کے بعد اور روح کے بدن سے نکل جانے کے بعد بدل جائے گا۔'' (مقالات کاظمی ج ۳)

میت زندوں کا سلام و کلام سنتی ہے اور جواب دیتی ہے

میت کو زیارت کرنے والوں کا علم ہوتا ہے اور وہ زندوں کا سلام سنتی ہے اور جواب دیتی ہے چنانچہ حافظ ابن عبد البر نے استذکار اور تمہید میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما من مسلم یمرّ علیٰ قبر اخیہ کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتیٰ یرد۔

ترجمہ: جو مسلمان اپنے بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔

شیخ ابن حجر مکی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ) نے ''الجوہر المنظم ص ۳۲'' میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اسے صحیح قرار دیا ہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل قبور سلام کرنے والے کو پہچانتے اور اسے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کی

حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جس وقت جنازے کے ہمراہی واپس آتے ہیں تو میت ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان العبد اذا وضع فی قبره وتولیٰ عنه اصحابه وانه لیسمع قرع نعالهم۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸)

ترجمہ: بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے جنازے کے ساتھ جانے والے واپس لوٹ جاتے ہیں تو ان کے جوتوں کے آہٹ سنتا ہے۔

حضرت عمرو ابن دینار سے مروی ہے:

ما من میت یموت الا روحه فی ید ملك ینظر الیٰ جسده کیف یغسل و کیف یکفن و کیف یمشی به ویقال له وهو علیٰ سریره اسمع ثناء الناس علیك۔

(المنحۃ الوھبیہ مطبوعہ استنبول ص ۱۴)

انسان کی روح جب قبض کی جاتی ہے تو وہ فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اپنے بدن کو دیکھ رہی ہوتی ہے کہ اسے کیسے غسل دیا جا رہا اور کیسے کفن دیا جا رہا ہے اور کیسے اسے لے جایا جا رہا ہے اور وہ اپنی چارپائی پر ہوتی ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ تو سن لے لوگ جو کچھ تیرے بارے میں کہہ رہے ہیں۔

ابن ابی الدنیا (متوفی ۲۷۲ھ) نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من رجل یزور قبر اخیه و یجلس عنده الا استانس بہٖ ورد علیه حتیٰ یقوم۔ (کتاب البرزخ ص ۹۷ بحوالہ شرح الصدور)

جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ اس سے آرام پاتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اٹھتا ہے۔

حکیم ترمذی (متوفی ۲۵۵ھ) نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللّٰہ و تعرض علی الانبیاء وعلیٰ الاباء والامهات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتهم وتزداد وجوههم بیضا و اشراقاً فاتقو الله ولا توذوا موتاکم۔ (زرقانی علی المواهب جز۸ ص ۳۰۵)

ترجمہ: پیر اور جمعرات کو اللہ کے حضور اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن نبیوں اور ماں، باپوں پر پیش کیے جاتے ہیں پس وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کا نور اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے پس اللہ سے ڈرو اور اپنے وفات یافتگان کو اذیت نہ دو۔

مواہب اللدنیہ میں لکھا تھا کہ مومن عالم برزخ میں غالباً زندوں کے حالات جانتا ہے تو زرقانی نے اس کے ثبوت پر یہی حدیث نوادر الاصول سے نقل کی ہے۔

مسند امام احمد میں یہ حدیث منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان اعمالکم تعرض علی اقاربکم و عشایرکم من الاموات فان راواخیرا استبشروا به وان کان غیر ذالك قالوا اللهم لا تمتهم حتیٰ تهدیهم کما هدیتنا۔ (المنحۃ الوہبیہ، ص:۱۵)

ترجمہ: تمہارے اعمال تمہارے وفات یافتہ عزیز و اقارب پر پیش کیے جاتے ہیں پس اگر وہ نیکی پائیں تو خوش ہوتے ہیں اور اگر اس کے علاوہ پاتے ہیں تو وہ اللہ سے درخواست کرتے ہیں۔

''اے اللہ انہیں جب تک تو ہدایت نہیں بخشتا انہیں موت نہ دے جس طرح کہ تو نے ہمیں ہدایت دی ہے''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کنت ادخل فی بیتی الذی دفن فیه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وابی فاضع ثوبی فاقول انما هو زوجی وابی فلمّا دفن عمر معهم فوالله ما دخلت الا انا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر۔ (مسند امام احمد جز ۶ ص ۲۰۲ مشکوۃ باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: میں اپنے گھر میں داخل ہو جایا کرتی تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد مدفون ہیں اور میں چادر سے ستر نہ کرتی اور کہتی وہاں کوئی نہیں مگر میرے خاوند صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مدفون ہوئے تو خدا کی قسم میں حضرت عمر سے شرم کے مارے بجز تمام بدن چھپائے اس گھر میں داخل نہ ہوتی۔

صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ مردہ دفن ہونے کے بعد جنازے کے ہمراہیوں سے انس پاتا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نزع کی حالت میں وصیت کی تھی۔

فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیمو ا حول قبری قدر ما ینحر جزور و یقسم لحمها حتیٰ استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہٖ رسل ربی۔ (مشکوٰۃ ص۱۴۹باب بکا علی المیت)

ترجمہ: جب تم مجھے دفن کروتو مجھ پر نرمی سے تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالو، پھر میری قبر کے گرد اتنا ٹھہرو کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کی جاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس وآرام پاؤں اور یہ جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔

اربعین طائیہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آنس ما یکون المیت فی قبرہ اذا ذارہٗ من یحبہ فی دار الدنیا۔ (المنحۃ الوھبیہ ص۱۴)

ترجمہ: صاحب قبر کی زیارت کے لیے جب وہ شخص آتا ہے جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا تو وہ زیادہ آرام وانس پاتا ہے۔

مسند امام احمد میں عمرو ابن حزم سے روایت ہے:

رانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکاً علی قبر فقال لا توذ صاحب ھذا القبر او لا توذہ۔ (مشکوٰۃ۔ص۱۴۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس قبر والے کو اذیت نہ دے یا فرمایا اسے اذیت نہ دے۔

ان مذکورہ تمام احادیث سے میت کا زیارت کرنے والوں کو پہچاننا اور ان کے کلام وسلام کو سننا اور انہیں جواب دینا ثابت ہوتا ہے۔

مقربین بارگاہ الٰہی کے روحانی کمالات بعد از وصال باقی رہتے ہیں

انسان کی موت کے بعد اس کی روح باقی رہتی ہے اور روح کی صفات بھی باقی رہتی ہیں کیونکہ جب موصوف باقی ہے تو اس کی صفات بھی باقی ہونگی۔ لہٰذا مقربین بارگاہ الٰہی کے وصال کے بعد ان کی روحانیت اور ان کے روحانی کمالات بھی باقی ہوتے ہیں۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر فرماتا ہے:

وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احبّہ فاذا احببتہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بہٖ و بصرہ الذی یبصر بہٖ و یدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سئالنی لاعطینہ وان استعاذنی لاعیذنہ۔ (بخاری، ج:۲، ص:۹۶۳)

ترجمہ: میرا بندہ نوافل سے میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس میں جب اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔

امام رازی اس حدیث قدسی کی شرح میں فرماتے ہیں:

و كذالك العبد اذا واظب على الطاعات بلغ الى المقام الذى يقول الله "كنت له سمعا و بصرا" فاذا صار نور جلال الله سمعا له سمع القريب و البعيد و اذا صار ذالك النور بصرا له راى القريب و البعيد و اذا صار ذالك النور يداله قدر على التصرف فى الصعب و السهل و البعيد و القريب۔ (تفسیر کبیر سورہ کہف۔ ج ۲۱)

ترجمہ: اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو وہ اس مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ''کنت له سمعا و بصرا'' فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازیں سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر بن جاتا ہے تو وہ دور ونزدیک کی چیز دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور اس کا ہاتھ ہو جائے تو بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف پر قادر ہو جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ بندہ جب قرب الٰہی کے درجہ کو پاتا ہے تو وہ اللہ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت سمع، بصر اور قدرت کے انوار ابندے کی سمع، بصر اور قدرت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں تو وہ ہر نزدیک و دور کی آواز کو سن سکتا ہے اور دور ونزدیک دیکھ سکتا ہے۔ مشکل و آسان اور قریب و بعید چیزوں میں تصرف کر سکتا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ مظہر تجلیات صفات الٰہی ہونا روح کی صفت ہے اور روح انسان پر موت واقع ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے جب روح باقی ہے تو اس کی

صفات بھی باقی ہونگی۔اس لیے اولیاء اللہ کے وصال کے بعدان کی روحانیت اوران کے روحانی کمالات بھی باقی ہوتے ہیں۔

چنانچے عارف باللہ سیدی عبدالغنی آفندی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهی باقیة بعد الموت لان المتصف بها الروح والروح لا يتغير بالموت۔ (کشف النور،ص:۷)

ترجمہ: ولایت موت کے بعد باقی رہتی ہے کیونکہ ولایت سے متصف ہونے والی چیز روح ہے اور روح میں موت کی وجہ سے کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا۔

مقربین بارگاہ الٰہی سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کو عطاء کروں گا۔اس حدیث قدسی میں وقت کی کوئی قید نہیں مطلب یہ ہے کہ جب مانگے میں ضرور دوں گا اب وہ خواہ دنیا میں رب سے التجاء کریں یا موت کے بعد عالم برزخ میں یا عالم آخرت میں دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے لہٰذا اگر مسلمان کسی ولی کے مزار پر یہ عرض کریں کہ اے اللہ کے مقرب بندے اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری فلاں حاجت برآری فرمائے تو اس میں کونسی قباحت ہے۔ جب زندگی میں اولیاء اللہ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے تو ان کے وصال کے بعد جب حیات برزخی سے مشرف ہو جائیں تو ان سے دعا کی درخواست میں کونسا امر مانع ہے کیونکہ ان کو رب کی بارگاہ میں جو تقرب حاصل ہے وہ تو موت کے بعد بھی باقی ہے بلکہ اس میں مزید ترقی ہوئی ہے۔اوران کی روحانیت باقی رہتی ہے موت تو صرف جسم پر آتی ہے نہ کہ روح پر روح زندہ ہے اوراس کے تمام کمالات بھی باقی ہوتے

ہیں۔روح کا شعور، ادراک، قوت سماعت، استجابت دعا، وغیرہ ساری کرامتیں باقی رہتی ہیں۔کیونکہ اس کے روحانی کمالات ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"امام حجۃ الاسلام محمد غزالی می گوید کہ ہر کہ در حیات وے بوے توسل وتبرک جویند بعد از موتش نیز تواں وایں سخن موافق دلیل است چہ بقائے روح بعد از موت بدلالت احادیث واجماع علماء ثابت است ومتصرف در حیات و بعد از ممات روح است نہ بدن ومتصرف حقیقی حق تعالیٰ است و ولایت عبارت از فنا فی اللہ و بقا بدوست وایں نسبت بعد از موت اتم واکمل است۔"

(کتاب البرزخ ص ۱۷۹ بحوالہ تکمیل الایمان ص ۴۳)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کی زندگی میں اس کی ذات سے توسل وتبرک حاصل کرنا جائز ہے اس کے وصال کے بعد بھی جائز ہے اور یہ بات دلیل کے موافق ہے کیونکہ موت کے بعد روح کا بقاء احادیث اور اجماعت امت کی دلالت سے ثابت ہے حیات اور موت کے بعد متصرف روح ہی ہے نہ کہ بدن متصرف حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ولائت فنا فی اللہ و بقاء باللہ سے عبارت ہے اور یہ نسبت موت کے بعد اتم واکمل ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ سے بعد از وصال توسل و استمداد کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ونیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از

جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندہ کہ مقرب ومکرم درگاہ والا
است وگوید خداوندا بہ برکت ایں بندہ کہ تو رحمت واکرام کردہ اورا
براوردہ گرداں حاجت مراو یا نداء کند آں بندہ مقرب ومکرم را کہ اے
بندہ خدا وولی وے شفاعت کن مراو بخواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب مرا
تا قضاء کند حاجت مرا پس نیست بندہ درمیاں مگر وسیلہ وقادر ومعطی و
مسئول پروردگار است تعالیٰ شانہ ودر وے ہیچ شائبہ شرک نیست
چنانکہ منکر وہم کردہ وآں چناں است کہ توسل وطلب دعا از حال و
دوستان خدا در حالت حیات کند وآں جائز است بالاتفاق پس آں چرا
جائز نہ باشد وفرق نیست در ارواح کاملاں درحین حیات وبعد از
ممات مگر در ترقی کمال۔" (فتاوی عزیزی ج ۲ ص ۱۸۸)

اس عبارت کا اردو ترجمہ اور اس کی تشریح دیوبندی مکتبہ فکر کے معروف عالم سید
عبدالشکور ترمذی یوں کرتے ہیں:

"اور اس استعانت کی صورت اس کے سواء کچھ نہیں کہ محتاج اپنی
حاجت اللہ کے مقرب ومکرم بندے کی روحانیت کے توسل سے اللہ
تعالیٰ سے طلب کرتا ہے کہ اے پروردگار اس بندہ کی برکت سے کہ تو
نے اس پر اپنی رحمت کر کے اس کو نوازا ہے میری حاجت کو پورا کر
دے، یا یوں صدا بلند کرتا ہے کہ اے اللہ کے مقرب وبرگزیدہ بندے
اور اللہ تعالیٰ کے ولی اللہ تعالیٰ سے میرے مطلوب کے پورا کرنے
کی التجا کرنا کہ وہ میری حاجت کو پورا کر دے سو اس صورت میں

بندہ درمیاں میں صرف واسطہ ہے قادر، دینے والا، جس سے سوال کیا گیا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور اس صورت میں شرک کا شائبہ تک بھی نہیں پایا جاتا جس طرح منکر کا وہم ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے مقرب و نیک بندوں سے ان کی زندگی میں کوئی توسل کرے اور دعا کی درخواست کرے اور یہ صورت بالاتفاق جائز ہے پس ایسا توسل بعد از وفات کیوں جائز نہ ہوگا؟ اور کامل لوگوں کی ارواح کا زندگی اور موت کے بعد کوئی فرق نہیں بجز اس کے کہ مرنے کے بعد کمال میں مزید ترقی ہو جاتی ہے۔''

ترمذی صاحب اس ترجمے کے بعد فرماتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز کی اس تفصیلی عبارت سے واضح ہے کہ استمداد و توسل کی مذکورہ دونوں صورتیں زندہ شخص کی طرح وفات یافتہ شخص کے ساتھ بھی جائز ہیں۔ (ادراک الفضیلہ فی الدعا بالوسیلہ، ص:۱۶-۱۷)

یہی شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاملین سے استمداد کا طریق یوں تحریر فرماتے ہیں:

''طریق استمداد از ایشاں آنست کہ جانب سر قبر او سورہ بقرہ انگشت بر قبر نہادہ تا مفلحون بخواہد باز بطرف پائین قبر بیاید و آمن الرسول تا آخر سورہ بخواند و بزباں گوید اے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی دعا می کنم شانیز بدعا و شفاعت امداد من نمایید باز رو بہ قبلہ آرد و مطلوب خود را از جناب باری خواہد۔'' (فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۱۷۷)

ان سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کے سرہانے سورہ بقرہ قبر پر انگلی رکھ کر

مفلحون تک پڑھے پھر قبر کی پائنتی کی طرف آئے اور امن الرسول سے آخر سورت تک تلاوت کرے اور زبان سے کہے کہ اے میرے حضرت میرے فلاں کام کے بارے میں بارگاہ الٰہی میں التجاء و دعا کر رہا ہوں آپ بھی اپنی دعا و شفاعت سے میری مدد کیجیے پھر رو بہ قبلہ ہو کر اپنا مقصد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے طلب کرے۔

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ استمداد و استغاثہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''استمداد باہل قبور سے مراد یہ ہے کہ کوئی صاحب حاجت کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر خدا سے یوں دعا مانگے ''یا خدا اپنے اس بندے کی برکت سے جس پر تیری رحمت اور فضل ہے اور اس لطف و کرم سے جو اس پر ہے تو میری فلاں حاجت پوری کر دے'' یا صاحب قبر کو یوں پکارے ''اے خدا کے پیارے بندہ میری شفاعت کر اور خدا سے سوال کر کہ وہ میری فلاں حاجت پوری کر دے'' ہر دو صورتوں میں معطی و قاضی الحاجات و متصرف حقیقی اللہ عزوجل ہے اور صاحب قبر درمیان میں صرف ایک وسیلہ ہے اگر اس قسم کی امداد و استمداد کو شرک کہا جائے تو چاہیے کہ حالت حیات میں بھی صالحین سے توسل اور طلب دعا و مدد ممنوع ہو حالانکہ وہ منع نہیں بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔'' (کتاب البرزخ ص ۱۷۸)

غوث، قطب، ابدال وغیرہ اولیاء کرام کا وجود ثابت ہے

غوث، قطب، ابدال، نجباء، اوتاد وغیرہ اصطلاحات کا اطلاق مختلف درجات و

مناصب کے اولیاء کرام پر ہوتا ہے جن کے وجود پر احادیث وآثار وارد ہیں۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تالیف فرمایا ہے، جس کا نام "الخبر الدال علی وجود القطب والاوتاد والنجباء والابدال" ہے اس رسالے میں آپ نے مرفوع، موقوف، مرسل احادیث کے علاوہ تابعین کے آثار جمع فرمائے ہیں۔ جوامت مسلمہ میں ان مختلف مراتب، درجات کے اولیاء کرام کی موجودگی پر دلالت کرتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی اس رسالے کی ابتداء میں وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقد بلغنی عن بعض من لا علم عنده انکار ما اشتهر عن السادة الاولیاء من ان منهم ابدالاً و نقباء و نجباء و اوتادا واقطابا قد وردت الاحادیث والاثار باثبات ذالك فجمعتها فی هذا الجزء لیستفاد ولا یعول علی انکار اهل العناد و سمیته الخبر الدال علی وجود القطب والاوتاء والنجباء والابدال واللّٰه الموفق۔

ترجمہ: اولیاء کبار سے جو یہ مشہور ہے کہ ان میں سے کچھ ابدال کچھ نجباء ونقباء اور اوتاد و اقطاب ہیں مجھے بعض بے علم لوگوں کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ اس بات کا انکار کرتے ہیں حالانکہ احادیث وآثار اس کے اثبات پر وارد ہیں پس میں نے وہ احادیث وآثار اس رسالہ میں جمع

کر لیے ہیں تا کہ ان سے اعتقاد کیا جا سکے اور اہل عناد کے انکار کی پرواہ نہ کی جائے اور میں نے اس رسالے کا نام الخبر الدال الخ رکھا ہے اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

فاقول ورد فی ذالك مرفوعا و موقوفا من حديث عمر بن الخطاب الخ۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت انس، حضرت خذیفہ ابن یمان، حضرت عبادہ ابن صامت، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عوف ابن مالک، حضرت معاذ ابن جبل حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو ہریرۃ حضرت ابوداؤد، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے مرفوع وموقوف احادیث اور حضرت حسن، حضرت عطاء، حضرت بکر، ابن خنیس سے مرسل احادیث اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء اسلام سے بے شمار آثار وارد ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۴۱)

امام جلال الدین سیوطی نے جو احادیث و آثار نقل کیے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱　حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

سمعت رسول الله ﷺ يقول الابدال بالشام وهم اربعون رجلا كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا

يسقى بهم الغيث وينصربهم على الاعداء و يصرف عن اهل الشام بهم العذاب۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ جب ان میں سے ایک وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔ ان ہی کے سبب بارش برسائی جاتی ہے۔ اور ان ہی سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے اور ان ہی کے باعث شام والوں سے عذاب ٹالا جاتا ہے۔

اس حدیث کے رواۃ کے بارے میں علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ:

رجاله رجال الصحيح غير شريح ابن عبيد وهو ثقة۔

ترجمہ: اس حدیث کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں سوائے شریح کے اور وہ بھی ثقہ راوی ہیں۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو افراد ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور چالیس افراد ایسے ہیں جنکے قلوب قلب موسیٰ پر ہیں سات افراد کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اور پانچ افراد کے قلوب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور تین کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اور ایک ایسا فرد کے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے۔

جب ایک وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک کو اس کی جگہ پر قائم فرما دیتا ہے۔ اور جب تین میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ میں سے ایک کو اس کی جگہ قائم فرماتا ہے اور پانچ میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو سات میں سے ایک کو اس کی جگہ قائم فرماتا ہے جب سات میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ قائم فرما دیتا ہے جب چالیس میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو تین سو میں سے ایک کو اس کی جگہ قائم فرما دیتا ہے اور جب تین سو میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو عامۃ المسلمین میں سے ایک کو اس کے قائم مقام فرماتا ہے۔''

فبھم یحی و یمیت و یمطر وینبت و یدفع البلاء

ترجمہ: پس ان کے سبب اللہ تعالیٰ حیات بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور بارش برساتا ہے اور اگاتا ہے اور آفات ٹالتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے پوچھا گیا کہ ان کے سبب کیسے موت وحیات دیتا ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کیونکہ وہ امتوں کی کثرت کا اللہ سے دعا کرتے ہیں تو ان کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ظالموں کے خلاف بددعا کرتے ہیں تو انہیں ہلاک کیا جاتا ہے اور بارش طلب کرتے ہیں تو عطاء فرما دی جاتی ہے اور اللہ سے سوال کرتے ہیں تو ان کے لیے زمین میں سے اگایا جاتا ہے اور دعا کرتے ہیں تو ان کے سبب آفات وبلیات ٹال دی جاتی ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۲۴۷)

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات

ابدال کے بارے میں فرمایا:

بهم تقوم الارض وبهم تمطرون وبهم تنصرون۔

(الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۴۶)

ترجمہ: ان ہی کے سبب زمین قائم ہے اوران ہی کے سبب تم پر بارش برسائی جاتی ہے اوران ہی کے سبب تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما خلت الارض من بعد نوح من سبعة يدفع بهم عن اهل الارض۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۴۶)

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین سات افراد سے خالی نہیں رہی کہ جن کے سبب زمین والوں سے عذاب ٹال دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يزال اربعون رجلا يحفظ بهم الارض كلما مات رجل ابدل الله مكانه آخر وهم فى الارض كلها۔

(الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۴۷)

ہمیشہ زمین میں چالیس افراد ایسے موجود رہتے ہیں جنکے سبب اللہ تعالیٰ زمین کی حفاظت فرماتا ہے جب بھی کوئی ان میں سے وصال فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو قائم فرماتا ہے اور وہ تمام روئے زمین میں ہوتے ہیں۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ثلاث من كن فيه فهو من الابدال الذين بهم قوام الدنيا

واھلھا الرضا بالقضاء والصبر عن محارم اللہ والغضب فی ذات اللہ۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۴۸)

تین صفات جس میں ہونگی وہ ان ابدال میں سے ہوگا جن کی برکت سے دنیا اور اہل دنیا کا قیام ہے تقدیر پر راضی رہنا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے بچنا اللہ کی ذات کے لیے غضبناک ہونا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لن تخلوالارض من اربعین رجلا مثل خلیل الرحمان فبھم یسقون وبھم ینصرون ما مات منھم احد الا ابدل اللہ مکانہ آخر۔ (الحاوی ج ۲ ص ۲۴۵)

چالیس آدمیوں سے زمین خالی نہ رہے گی جو مثل خلیل اللہ کے ہیں۔ تو انہی کے سبب بارش برسائی جائے گی اور انہی کی وجہ سے مدد ملے گی جب بھی ان میں سے کسی کی وفات ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو قائم فرما دیتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ خطیب وابن عساکر نے بذریعہ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ کنانی کا درج ذیل اثر روایت فرمایا ہے:

النقباء ثلاثمائة والنجباء سبعون والبدلاء اربعون والاخیار سبعة والعمد اربعة والغوث واحد فمسکن النقباء المغرب ومسکن النجباء مصر و مسکن الابدال الشام والا خیار سیاحون فی الارض والعمد فی زوایا الارض ومسکن الغوث مکة فاذا عرضت الحاجة من

امر العامة ابتهل فيها النقباء ثم النجباء ثم الابدال ثم الاخيار ثم العمد فان اجيبو والا ابتهل الغوث فلا تتم مسئلته حتی تجاب دعوته۔ (الحاوی ۲۔۲۵۔۲۵۱)

ترجمہ: نقباء کی تعداد تین سو ہے اور نجباء کی ستر بدلاء کی چالیس اور اخیار کی سات اور عمد (قطب) کی چار ہے اور غوث ایک ہوتا ہے نقباء کا مسکن مغرب اور نجباء کا مسکن مصر اور ابدال کا شام ہے اور اخیار پوری روئے زمین کی سیاحت کرتے ہیں اور عمد یعنی قطب زمین کے اطراف (چاروں کونوں) میں ہوتے ہیں۔ اور غوث کا مسکن مکہ معظّمہ ہے۔ جب مخلوق خدا کو کوئی حاجت پیش آتی ہے تو سب سے پہلے نقباء اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں پھر نجباء اور ان کے بعد ابدال اور ان کے بعد اخیار اور ان کے بعد عمد اور اگر ان کی دعا قبول نہ ہو تو پھر غوث اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے اس کا سوال ابھی مکمل نہیں ہوتا کہ اس کی دعا قبول فرمائی جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے اولیاء میں مختلف درجات و مراتب کے ایسے مقرب بندے ہیں جو مخلوق کی حاجت روائی کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں اور ان میں اللہ کا ایک ایسا مقرب بھی ہے جب وہ دعا کرتا ہے تو اس کی دعا مکمل ہونے سے پہلے قبولیت کا پروانہ آجاتا ہے اور اسی مقرب خاص کو غوث کہا جاتا ہے۔

ان احادیث سے چار قطب اور ایک غوث کے مناصب بھی ثابت ہوئے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب کفایۃ المعتقد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ بعض عارفین نے

فرمایا ہے کہ:

واللہ سبحانہ یدیر القطب فی الافاق الاربعة من ارکان الدنیا کدوران الفلك فی افق السماء وقد سترت احوال القطب وھو الغوث عن العامة والخاصة الخ ۔ (الحاوی۔۲۵۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قطب کو دنیا کے چاروں کونوں میں اسطرح گھماتا ہے جیسے فلک آسمان کے افق پر گھومتا ہے قطب یعنی غوث کے احوال کو اللہ تعالیٰ عوام اور خواص سب سے پوشیدہ رکھتا ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ:

ثم قال وقال بعض العارفین والقطب ھو الواحد المذکور فی حدیث ابن مسعود انہ علی قلب اسرافیل و مکانہ من الاولیاء کالنقطہ فی الدائرة التی ھی مرکزھا بہ یقع صلاح العالم۔

ترجمہ: امام یافعی نے فرمایا کہ بعض عارفین نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ اولیاء میں سے ایک کا قلب حضرت اسرافیل کے قلب پر ہے اس سے مراد وہی قطب (غوث) ہے اور قطب کا مقام اولیاء میں وہی ہے جو نقطہ کا دائرہ میں ہے جو کہ دائرے کا مرکز ہوتا ہے اور اسی قطب کی برکت سے جہاں کا قیام وصلاح ہے۔

ان مذکورہ احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے مختلف درجات ہیں ان میں سے کچھ نقباء ہیں کچھ نجباء کچھ ابدال، کچھ اخیار و عمد اور ایک

مقرب بندہ درجہ قطبیت پر فائز ہوتا ہے، اسی کو غوث کہا جاتا ہے جس کی برکت سے دنیاوالوں کی حاجت روائی ہوتی ہے اور دنیا میں امن وصلاح کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔

شیخ ابوسعید کا قول

شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قطب وہ شخص ہے جس پر زمانہ کی ولایت ختم ہو ولایت کے تمام بوجھ اس کی لپیٹ پر ہوتے ہیں۔ اور تمام کائنات کے انتظام و انصرام روحانی اس کے ذمہ ہوتا ہے۔ (نزہۃ الخاطر الفاتر مترجم اردو ص ۹۶ از ملا علی قاری)

ملا علی قاری، شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

القطب ويقال له الغوث هو الواحد الذى هو محل نظر الله تعالىٰ من العالم فى كل زمان اى نظر خاصاً يترتب عليه افاضة الغيض واستفاضته فهو الواسطة فى ذالك بين الله تعالىٰ وبين عبادهٖ فيقسم الفيض المعنوى على اهل بلده بحسب تقديره ومراده ثم قال الاوتاد اربعة منازلهم على منازل الاركان من العالم شرق و غرب و شمال و جنوب مقام كل منهم مقام تلك الجهته قلت فهم الا قطاب يا خذون الغيض من قطب الاقطاب المسمىٰ بالغوث الاعظم فهم بمنزلة الوزراء تحت حكم الوزير الاعظم فاذا مات القطب الافخم ابدال من هذه الاربعةاحد بدله غالبا ثم قال الابدال قوم صالحون لا تخلو الدنيا منهم فاذا مات واحد منهم ابدل الله

مکانه آخر وهم سبعة۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۰ص ۱۷۸)

ترجمہ: قطب کو غوث بھی کہا جاتا ہے۔ اور غوث مخلوق میں سے وہ فرد واحد ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ خاص کا مرکز ہوتا ہے فیض کے افاضہ اور استفاضہ کے لیے وہ خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ ہوتا ہے پس وہ دنیا والوں پر فیض معنوی اللہ تعالیٰ کی تقدیر وارادہ کے مطابق تقسیم کرتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اوتاد چار ہوتے ہیں جو دنیا کے چاروں کونوں، شمال، جنوب، مشرق اور مغرب میں ہوتے ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں یہی وہ چار قطب ہیں جو قطب الاقطاب یعنی غوث اعظم سے فیض اخذ کرتے ہیں۔

اور ان چاروں قطبوں کا مرتبہ ایسا ہی ہے جیسے وزیر اعظم کے ماتحت وزراء کا مرتبہ ہوتا ہے جب غوث الاعظم وفات پا جاتا ہے تو ان میں سے ایک کو اس کی جگہ غوث بنایا جاتا ہے ان اقطاب کے بعد ان کا مرتبہ ہے جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ اور ابدال اللہ تعالیٰ کے وہ نیک اور صالح بندے ہیں جن سے دنیا خالی نہیں ہوتی جب اقطاب میں سے کسی کا وصال ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ابدال میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ قطب بنا دیتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء کرام کے مختلف مراتب غوث، قطب، ابدال، نجباء، نقباء، اوتاد، وغیرہ کے متعلق ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ”اجابة الغوث ببيان حال النقباء والنجباء والابدال والاوتاد

والغوث'' ہے یہ مختصر اور جامع رسالہ ''رسائل ابن عابدین'' کی جلد ثانی میں شامل ہے۔

ذیل کی سطور میں اسی رسالہ کی چند عبارات اور ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

قطب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالاقطاب جمع قطب وزان قفل وهو فی اصطلاحهم الخلیفة الباطن وهو سید اهل زمانه سمی قطبا لجمعه لجمیع المقامات والاحوال ودورانها علیه ماخوذ من قطب الرحی الحدیدة التی تدور علیها۔ (رسائل ابن عابدین ج۲ ص ۲۶۷)

اقطاب قطب کی جمع ہے جو قفل کا ہم وزن ہے، اور قطب صوفیاء کرام کی اصطلاح میں خلیفہ باطن کو کہا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے زمانے والوں کا سردار ہوتا ہے اور اس کو قطب اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ولایت کے تمام مقامات واحوال کا جامع ہوتا ہے اور جمیع مقامات واحوال اس پر دائر ہوتے ہیں اور یہ لفظ قطب الرحی سے ماخوذ ہے قطب الرحی چکی کی لوہے والی اس کیل کو کہا جاتا ہے جس پر چکی گھومتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالرزاق القاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حضرت شیخ عبدالرزاق قاشانی قطب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

القطب فی اصطلاح القوم اکمل انسان متمکن فی مقام الفردیة تدور علیه احوال الخلق۔ (رسائل ابن عابدین ج۲ ص ۲۶۵)

ترجمہ: اصطلاح قوم میں قطب سے مراد وہ کامل ترین انسان ہے جو مقام

فردیت پر متمکن ہو اور مخلوق کے احوال اس پر دائر ہوتے ہوں۔

اس تعریف کے بعد قطب کی دونسبتوں کا تذکرہ کر کے دونوں کا الگ الگ مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وهو اما قطب بالنسبة الى ما فى عالم الشهادة من المخلوقات يستخلف بدلا عنه عند موته من اقرب الابدال منه فحينذ يقوم مقام بدل هو اكمل الابدال۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۶۵)

ترجمہ: پس اگر وہ عالم شہادت میں موجود مخلوقات کی نسبت قطب ہو تو پھر اس کے وصال کے وقت اس کے قریب ترین بدل (ابدال کا واحد) کو اس کا خلیفہ بنایا جاتا ہے اور اس وقت اس کا قائم مقام بدل تمام ابدال میں کامل ترین بدل ہوتا ہے۔

اور دوسری نسبت کو ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں۔

واما قطب بالنسبة الى جميع المخلوقات فى عالمى الغيب والشهادة ولا يستخلف بدل من الابدال ولا يقوم مقامه احد من الخلائق وهو قطب الاقطاب المتعاقبة فى عالم الشهادة لا يسبقهٗ قطب ولا يخلفه آخر وہو الروح المصطفوى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم المخاطب لولاك لما خلقت الافلاك۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۶۵)

ترجمہ: اور وہ ہستی جو عالم غیب وشہادت دونوں مین موجود تمام مخلوقات کی نسبت قطب ہے اس ہستی کا نہ ابدال میں سے کوئی خلیفہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی خلائق میں سے کوئی اس کے قائم مقام ہوسکتا ہے اور وہ ذات عالم شہادت میں یکے بعد دیگرے مقام قطبیت پر فائز ہونے والے اقطاب کے لیے بھی قطب ہے اور اس شخصیت سے پہلے بھی کوئی قطب نہیں ہوسکا اور نہ کوئی اس کے بعد آسکتا ہے اور وہ قطب الاقطاب روح مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جنہیں ''لولاک لما خلقت الافلاک'' کیساتھ مخاطب فرمایا گیا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شیخ قاشانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت سے ایک شبہ پیدا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء راشدین آپ کی خلافت پر فائز رہے ہیں اور شیخ قاشانی کے کلام سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے بعد آپ کا کوئی خلیفہ نہیں ہوسکتا؟

علامہ شامی اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یعنی لا یخلفه غیره فی هذا المقام الکامل وان خلفه فیما دونه کالخلفاء الراشدین لا ینافی ما سیأتی۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۶۵)

شیخ قاشانی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کامل میں آپ کا کوئی خلیفہ نہیں ہوسکتا اگرچہ اس مقام کے علاوہ میں آپ کے خلفاء ہوسکتے ہیں جیسا کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور شیخ کا یہ کلام آئندہ آنے والے اس کلام کے بھی منافی

نہیں جس میں حضرت ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں بتایا گیا ہے وہ یکے بعد دیگرے مقام قطبیت و خلافت پر متمکن رہے ہیں۔

اطلاق قطب میں توسع

صوفیاء کرام قطب کے اطلاق میں کبھی توسع سے کام لیتے ہوئے ولی شہر کو بھی اس شہر کا قطب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ شامی حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض کتب کے حوالے سے فرماتے ہیں:

وفی بعض کتب العارف باللّٰہ تعالیٰ سیدی محی الدین بن عربی قال اعلم انهم قد یتوسعون فی اطلاق لفظ القطب فیسمون کل من دار علیه مقام من المقامات قطبا و انفرد به فی زمانه علی ابناء جنسه وقد یسمی رجل البلد قطب ذالك البلد وشیخ الجماعة قطب تلك الجماعة ولکن الاقطاب المصطلح علی ان یکون لهم هذ الاسم مطلقا من غیر اضافة لا یکون الا واحدا وهو الغوث ایضا وهو سیدالجماعة فی زمانه۔ (رسائل ابن عابدین شامی ج ۲ ص ۲۶۵)

ترجمہ: اور عارف باللہ سیدی حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بعض کتب میں فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام کبھی لفظ قطب کے اطلاق میں توسع سے کام لیتے ہوئے ہر اس شخص کو قطب کہہ دیتے ہیں جس پر کوئی مقام دائر ہوتا ہے اور وہ اس مقام کیساتھ اپنے زمانے میں اپنے ہم عصروں سے ممتاز و منفرد ہوتا ہے اور کبھی رجل بلد کو اس بلد کا

قطب اور شیخ جماعت کو اس جماعت کا قطب کہا جاتا ہے لیکن قطب اصطلاحی کا مطلقا بغیر کسی اضافت کے اطلاق صرف ایک شخصیت پر ہوتا ہے اور وہی شخصیت غوث کی ہے اور وہ ہی غوث اپنے زمانے میں جماعت کا سردار ہوتا ہے۔

''اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قطب الاقطاب ہی کو غوث کہا جاتا ہے''

اور اس کے بعد علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قطب دو طرح کے ہوتے ہیں۔

ایک وہ جو جنہیں خلافت ظاہرہ و باطنہ دونوں ملتی ہیں اور دوسرے وہ جنہیں صرف خلافت باطنہ سے نوازا جاتا ہے۔

ومنهم من يكون ظاهر الحكم ويجوز الخلافة الظاهرة كما حاز الخلافة الباطنة كابى بكر و عمر و عثمان و على رضو ان الله تعالىٰ عليهم اجمعين، ومنهم من يحوز الخلافة الباطنة فقط كا كثر الاقطاب۔

ترجمہ: اور ان اقطاب میں سے بعض ظاہر الحکم ہوتے ہیں اور خلافت ظاہرہ و باطنہ دونوں سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بعض صرف خلافت باطنہ سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ اکثر اقطاب۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ علامہ ابن حجر ھیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفى الفتاوىٰ الحديثية لابن حجر رجال الغيب سموا

بذالك لعدم معرفة اكثر الناس لهم رأسهم القطب الغوث الفرد الجامع جعله الله تعالیٰ دائرا فی الافاق الاربعة ارکان الدنیا کدوران الفلك فی افق السماء وقد ستر اللّٰہ تعالیٰ احواله عن الخاصة و العامة الخ۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۶۵)

ترجمه: ابن حجر کے فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ رجال الغیب کو رجال الغیب اس لیے کیا جاتا ہے کہ اکثر لوگوں کو ان کی معرفت و پہچان نہیں ہوتی اور رجال الغیب کا رئیس اور سردار قطب، غوث، فرد، جامع ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ دنیا کے آفاق اربعہ میں اس طرح دائر فرماتا ہے جس طرح فلک افق سماء میں دائر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ غوث کے احوال کو عام اور خاص سب لوگوں سے مخفی رکھتا ہے۔

خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے قطبیت وغوثیت کے مقام پر کون فائز ہوا

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی شرح منظومة الخصائص النبوية لشيخ مشائخنا الشهاب احمد المنبنی قال و ذهب التونسی من الصوفية الی ان اول من تقطب بعده صلی اللہ علیہ وسلم ابنته فاطمة ولم ارله فی ذالك سلفا۔ (رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۶۵)

ترجمه: شیخ المشائخ شہاب احمد المنبنی رحمۃ اللہ علیہ منظومۃ الخصائص النبویۃ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام میں شیخ تونسی کا نظریہ ہے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے مرتبہ قطبیت پر متمکن ہونے والی شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ شیخ شہاب احمد فرماتے ہیں لیکن میرے علم میں شیخ تونسی کی اس رائے سے اتفاق کرنے والا اسلف میں سے کوئی بھی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ تونسی سے پہلے کسی شخصیت کی بھی یہ رائے نہیں یہ صرف تونسی کی انفرادی رائے ہے۔

چنانچہ علامہ شامی دوسرے مقام پر امت کے اجماعی نظریہ کا بیان ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

واتفقوا علی انه لیس بعده احد افضل من ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وقد اقام فی خلافته عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سنتین ونحو اربعة اشهر وهو اول اقطاب هذا الامة۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۷۵)

ترجمہ: اور امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی بھی نہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملنے والی خلافت میں دو سال اور چار ماہ فائز رہے اور آپ اس امت کے اقطاب میں سب سے پہلے قطب (غوث) ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کا اجماعی نظریہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے مرتبہ قطبیت وغوثیت سے مشرف ہونے والی شخصیت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد باقی خلفاء راشدین بالترتیب اس درجہ سے مشرف ہوئے ہیں۔

صحابہ کرام کے زمانے کے بعد سب سے پہلے قطب

حضرت شیخ المشائخ شہاب احمد المنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما الاول من تقطب بعد عصر الصحابة فعمر بن عبدالعزيز واذامات القطب خلفه احد من الاماسين لانهما بمنزلة الوزيرين احدهما مقصور على مشاهدة عالم الملكوت والاخر على عالم الملك والامام الذى نظره فى عالم الملكوت اعلىٰ مقاما من الاخر۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۶۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کے بعد سب سے پہلے مقام قطبیت (غوثیت) سے مشرف ہونے والی شخصیت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور فرماتے ہیں:

''قطب (غوث) کی وفات ہوتی ہے تو امامین میں سے ایک ان کا خلیفہ بن جاتا ہے کیونکہ امامین غوث کے لیے دو وزیروں کی مانند ہوتے ہیں ان میں سے ایک عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مصروف ہوتا ہے اور دوسرا عالم ملک کے مشاہدہ پر مامور ہوتا ہے اور عالم ملکوت پر نگاہ رکھنے والے کا مقام دوسرے کے مقام سے بلند ہوتا ہے۔''

ایک اعتراض اور اس کا جواب

حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابدال کا بیان تو بعض احادیث میں موجود ہے اور قطب کا ذکر بھی بعض آثار میں پایا جاتا ہے لیکن غوث کا تذکرہ کہیں بھی وارد نہیں، حالانکہ صوفیاء کرام کے ہاں مرتبۂ غوثیت کی بڑی شہرت ہے۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال شیخه الحافظ ابن حجر فی فتاویه الابدال وردت فی عدة اخبار منها ما یصح ومنها مالا یصح واما القطب فورد فی بعض الاثار واما الغوث بالوصف المشتهر بین الصوفیة فلم یثبت۔

ترجمہ: اور علامہ سخاوی کے شیخ حافظ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ ابدال کے بارے میں احادیث وارد ہیں ان احادیث میں کچھ صحیح ہیں اور کچھ غیر صحیح اور قطب کا تذکرہ بھی بعض آثار میں ملتا ہے لیکن غوث جس وصف کیساتھ صوفیاء کے درمیان مشہور ہے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

علامہ شامی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

لکن قد تقدم و سیاتی ایضا فی کلام سیدنا الامام الشافعی تفسیر القطب بالغوث فدل علی ثبوته وعلیٰ انهما واحد فاعلم ذالك وكان مراد الحافظ ابن حجر بعدم ثبوته عدم وارده فی الاحادیث النبویة الصحیحة ویکفی فی ثبوته شهرته واستفاضة اخباره و ذکره بین اهل هذا الطریق الطاهر۔

ترجمہ: اس سے قبل بھی اسی رسالہ میں یہ وضاحت گزر چکی ہے (کہ غوث و قطب ایک ہی مرتبہ ولایت کے دو نام ہیں) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں بھی غوث کی تفسیر قطب سے فرمائی گئی ہے۔ حضرت امام شافعی کی یہ تفسیر غوث کے ثبوت پر بھی دلالت کرتی ہے اور غوث اور

قطب دونوں کے ایک ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے لہٰذا حافظ ابن حجر کی غوث کے عدم ثبوت سے مراد گویا احادیث نبویہ صحیحہ میں عدم ورود ہے۔ اور غوث کے ثبوت کے لیے غوث کی شہرت اور غوث کے واقعات و اخبار کا مشہور ہونا اور اس پاکیزہ طریقہ والوں میں اس کا ذکر ہی کافی ہے۔

اس عبارت سے علامہ شامی نے مذکورہ اعتراض کے کئی جوابات دیئے ہیں:

۱۔ غوث اور قطب دونوں ایک ہی مرتبہ ولایت کے دو نام ہیں لہٰذا قطب کا ثبوت ہی غوث کا ثبوت ہے۔

۲۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت نے بھی غوث کی تفسیر قطب سے فرمائی ہے۔ اس تفسیر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ غوث و قطب ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں اور قطب کا ثبوت بعینہ غوث کا ثبوت ہے۔

۳۔ لہٰذا حافظ ابن حجر کے کلام کی تاویل کرنی لازم ہوگی اور وہ تاویل یہ ہے کہ ابن حجر کی غوث کے عدم ثبوت سے مراد یہ ہے کہ غوث کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ میں وارد نہیں۔

۴۔ غوث کی شہرت اور اس کے واقعات اور خبروں کا شہرہ اور صوفیاء کرام کے مقدس گروہ کے درمیان اس کا تذکرہ ہی اس کے ثبوت کے لیے کافی ہے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

ان جوابات کے بعد شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر ہیتمی مکی کے قول سے اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وذکر فی الفتاویٰ الحدیثۃ ذکر الحدیث الاخیر عن الامام الرافعی ثم قال قال الامام الیافعی قال بعض

العارفین والواحد المذکور فی حدیث ھو القطب وھو الغوث الفرد۔ (رسائل ابن عابدین ج۲ص۲۷۲)

ترجمہ: اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ حدیثیہ میں آخری حدیث حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے اور نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت یافعی نے فرمایا کہ (حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ اولیاء اللہ میں سے ایک کا قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے) بعض عارفین نے فرمایا کہ اس ایک سے مراد قطب ہے اور وہی غوث فرد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قطب کا ذکر حدیث میں موجود ہے اور صوفیاء کرام کے نزدیک غوث سے مراد قطب ہی ہے لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ غوث کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حضرت علامہ شامی فرماتے ہیں کہ حضرت علامہ شیخ محمد الشوبری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے غوث کے اوصاف کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کا جواب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل کلام سے دیا ہے۔

قال الامام الشافعی نفعنا اللہ تعالیٰ بہٖ فی کتابہ کفایۃ المعتقد فی اثناء کلام نقلہ عن بعض العارفین و قد سترت احوال القطب وھو الغوث عن العامۃ والخاصۃ۔ و و کشف احوال الابدال الخاصۃ والعارفین وسترت احوال النجباء والنقباء عن العامۃ وکشف بعضھم لبعض و کشف حال الصالحین للعموم والخصوص۔

(رسائل ابن عابدین ج۲ص۲۷۴)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب غایۃ المعتقد میں بعض عارفین کے کلام کو نقل کرنے کے اثناء میں فرمایا کہ قطب کے احوال عام اور خاص سب لوگوں سے مخفی رکھے جاتے ہیں اور یہ قطب ہی غوث ہوتا ہے، اور ابدال کے احوال صرف خاص لوگوں اور عارفین پر منکشف ہوتے ہیں اور نجباء ونقباء کے احوال صرف عام لوگوں سے مستور ہوتے ہیں اور ان پر آپس میں ایک دوسرے کے احوال منکشف ہوتے ہیں اور صالحین کا حال عام اور خاص سب لوگوں پر ظاہر کر دیا جاتا ہے۔

مرتبہ غوثیت پر فائز رہنے کے لیے کوئی مدت متعین نہیں ہے؟

اور کیا اس مرتبہ سے معزولی ہو سکتی ہے؟

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ کوئی ولی جب مرتبہ قطبیت (غوثیت) پر فائز ہوتا ہے اس کے لیے اس مرتبہ پر قائم رہنے کے لیے کوئی مدت متعین ہے یا کہ نہیں؟ اور کیا قطب (غوث) کی زندگی میں مرتبہ قطبیت (غوثیت) سے اس کی معزولی ہو سکتی ہے صرف اس کے وصال ہی کی صورت میں معزولی ہوتی ہے؟

کہتے ہیں اس کے جواب میں حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ذهب جماعة الى ان مدة القطب كغيرها من الولايات يقيم فيها ما شاء الله تعالى ثم يعزل والذى اقول به و ساعده الوجود ان القطبية ليس لهامدة معينة واذا وليها صاحبها لا يعزل الابالموت لا نه لا يصح فى حقه خروج عن العدل حتىٰ يعزل قال وايضاح ذالك ان

الفروع تابعة للاصول وقد اقام صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی القطبیة الکبریٰ مدة رسالته وهی ثلث وعشرون سنة علی الاصح واتفقوا علی انه لیس بعده احد افضل من ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وقد اقام فی خلافته عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتین ونحواربعة اشهر وهو اول اقطاب هذالامة وکذالك مدة خلافة عمر و عثمان و علی و من بعدهم الیٰ ظهور المهدی علیہ السلام وهو آخر الاقطاب من الخلفاء المحمدیین ثم ینزل بعده قطب وقته وخلیفة اللہ تعالیٰ فی الارض عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فیقیم فی الخلافة اربعین سنة کما ورد، فعلم ان الحق عدم تقدیر مدة القطابة بمدة معینة وان کانت ثقیلة علی صاحبها کالجبال فان اللہ تعالیٰ یعینه علیها اذ لا ینزل بلاء من السماء والارض الا بعد نزوله علی القطب ولذالك کان من شانه دائما تصدع الرأس حتیٰ کان احد یضرب به فیها یطیر لیلا ونهارا وقال بلغنا عن الشیخ ابی النجا سالم المدفون بمدینة فوه انه اقام فی القطبیة اربعین یوما ثم مات وقیل انه اقام فیها عشره ایام وبلغنا مثلا ذالك عن الشیخ ابی مدین المغربی۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۷۵)

ترجمه: صوفیاء کرام کی ایک جماعت کا نظریہ یہی ہے کہ قطبیت (غوثیت) کی مدت بھی ولایت کے دیگر مراتب کی طرح ہوتی ہے اللہ تعالیٰ

جب تک چاہے اس پر قائم رکھتا ہے اور پھر معزول کر دیا جاتا ہے۔ حضرت علی الخواص نے فرمایا کہ لیکن جس کا میں قائل ہوں اس کی تائید خارج بھی کر رہا ہے کہ قطبیت کے لیے کوئی مدت متعین نہیں جب کوئی ولی اللہ اس مرتبہ پر متمکن ہوتا ہے تو اس کی اس مرتبہ سے معزولی سوائے اس کے وصال کے نہیں ہو سکتی کیونکہ قطب کے حق میں عدل سے کسی قسم کا خروج صحیح نہیں حتیٰ کہ وہ معزول کر دیا جائے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ قطب کو اپنے کرم سے راہ حق پر استقامت نصیب فرماتا ہے اسکی ہر طرح سے حفاظت فرماتا ہے۔ اس لیے اس مرتبہ سے اس کی معزولی نہیں ہو سکتی) اور فرماتے ہیں اس کی توضیح وتشریح یہ ہے کہ فروع اپنے اصول کے تابع ہوتی ہیں، رسول اللہ ﷺ قطبیت کبریٰ کے مرتبہ پر اعلان رسالت سے وصال تک (ظاہر حیات میں) متمکن رہے جو صحیح ترین روایت کے مطابق تیئس سال کی مدت ہے اور اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ رسول اللہ ﷺ کی خلافت پر دو سال چار ماہ قائم رہے اور آپ اس امت کے سب سے پہلے قطب (غوث) ہیں اسی طرح حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ بھی اپنی اپنی مدت خلافت میں درجہ قطبیت سے مشرف رہے اور جب حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو وہ بھی اپنی مدت خلافت میں مرتبہ قطبیت پر فائز رہیں گے اور آپ محمدی خلفاء میں سے آخری قطب ہیں ان کے بعد اپنے وقت کے قطب اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے نائب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ چالیس سال تک مرتبہ قطبیت (غوثیت) پر متمکن

ہوں گے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے (کہ آپ چالیس سال تک دنیا میں قیام فرمائیں گے)

پس معلوم ہوا کہ حق بات یہی ہے کہ قطبیت (غوثیت) کی مدت کسی متعین مدت کیساتھ مقید نہیں ہے

اگر چہ یہ مرتبہ قطبیت صاحب مرتبہ پر پہاڑوں کی طرح انتہائے ثقیل ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے کیونکہ آسمان وزمین سے کوئی بلا نازل ہوتی ہے تو سب سے پہلے قطب وقت پر نازل ہوتی ہے۔اسی لیے قطب کا ہمیشہ حال ایسا رہتا ہے کہ اس کا سر پھٹنے کے قریب رہتا ہے حتیٰ کہ کوئی شخص اس کے اس حال کو دیکھ کر یہ ضرب المثل بیان کرسکتا ہے کہ یطیر لیلاً و نھاراً وہ دن رات اڑتا رہتا ہے۔

اور کہتے ہیں ہمیں حضرت شیخ ابوالنجا سالم کہ جن کا مزار مبارک شہر فوہ میں واقع ہے کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ مقام قطبیت پر صرف چالیس روز فائز رہے اور اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا اور بعض روایات میں ہے کہ صرف دس روز اس مرتبہ میں مقیم رہنے کے بعد وصال فرما گئے تھے۔اور ہمیں ایسے ہی حضرت شیخ ابو مدین المغربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ بھی قلیل مدت تک قطبیت سے مشرف رہے اور اس کے بعد وصال فرما گئے تھے۔

کیا قطب (غوث) کے لیے اہل بیت سے ہونا شرط ہے؟

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

فقلت علامه شیخنا فهل یشترط ان یکون القطب من اهل البیت کما قال بعضهم؟ فقال لا یشترط ذالك لانها طریق وهب یعطیها الله تعالیٰ لمن شاء فتکون فی

الاشراف و غیرھم۔ (رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۷۵)

ترجمہ: میں نے اپنے شیخ حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ کیا قطب (غوث) کا اہل بیت میں سے ہونا شرط ہے؟ جیسا کہ بعض صوفیاء کرام نے فرمایا ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا قطب کا اہل بیت سے ہونا شرط نہیں کیونکہ یہ ایک وھبی اور عطائی مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطاء فرما دیتا ہے اس لیے قطب سادات اور غیر سادات سب میں سے ہوسکتا ہے۔

غوث کا مسکن

غوث کے مسکن کے بارے میں عام طور پر یہی مشہور ہے کہ مکہ مکرمہ یا یمن ہے، چنانچہ خطیب نے تاریخ بغداد میں حضرت کتانی سے نقل کیا ہے غوث کا مسکن مکہ معظمہ ہے لیکن علامہ شامی فرماتے ہیں کہ غوث کا مسکن مکہ یا یمن باعتبار بعض اوقات یا اغلب اوقات ہے۔

والظاھر انه باعتبار البعض اوقاتھا او اغلبھا۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۷۴)

ترجمہ: اور ظاہر یہ ہے ان مقامات کا مسکن غوث ہونا باعتبار بعض اوقات کے یا اغلب اوقات کے ہے۔

اور اپنے اس قول کی تائید میں حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کلام پیش کیا جس کو علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔

علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ

ھل القطب یقیم بمکة دائماً کما یقال؟

ترجمہ: کیا قطب یعنی غوث ہمیشہ مکہ میں رہتا ہے؟

جیسا کہ کہا جاتا ہے تو اس کے جواب میں علی الخواص نے فرمایا:

قلب القطب طواف بحضرة الحق تعالیٰ لا یخرج من حضرته کما یطوف الناس بالبیت الحرام فهو یشهد الحق تعالیٰ فی کل جهته۔۔۔ اما جسده فلا یختص بمکة و غیرها بل هو حیث شاء الله تعالیٰ۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۷۴)

ترجمہ: قطب (غوث) کا قلب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا طواف کرتا رہتا ہے اور وہ اس کی بارگاہ سے خارج نہیں ہوتا جیسا کہ لوگ بیت حرام (کعبہ) کا طواف کرتے ہیں پس غوث حق تعالیٰ کا ہر جہت میں اور ہر جہت سے مشاہدہ کرتا ہے لیکن غوث کا جسم مکہ مکرمہ یا کسی اور جگہ کیساتھ مختص نہیں بلکہ وہ وہاں ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

معلوم ہوا کہ غوث کا دل تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر رہتا ہے لیکن اس کے ظاہر جسم کے لیے کسی خاص جگہ میں مقیم ہونا ضروری نہیں، اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے وہاں رکھتا ہے۔

علامہ سید شریف علی بن محمد الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''التعریفات'' میں قطب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

القطب قد یسمی غوثا باعتبار التجاء الملهوف الیه وهو عبارة عن الواحد الذی هو موضع نظر الله فی کل زمان اعطاه الطلسم الاعظم من لدنه وهو یسری فی الکون واعیانه الباطنة والظاهرة سریان الروح فی الجسد بیده

قسطاس الفیض الاعم وزنه یتبع علمه و علمه تبع علم الحق و علم الحق یتبع الماهیات الغیر المجعولة فهو یفیض روح الحیاة علی الکون الاعلی والا سفل وهو علی قلب اسرافیل من حیث حصته الملکیة الحاملة مادة الحیاة والاحساس لامن حیث انسانیته وحکم میکائیل فیه کحکم القوة الجاذبة فیها وحکم عزرائیل فیه کحکم القوة الدافعة فیها۔ (التعریفات ص ۷۶،۷۷)

ترجمہ: قطب کو اس اعتبار سے کہ غمگین و پریشان حال اس کی پناہ لیتا ہے اور اس سے فریاد کرتا ہے غوث کہا جاتا۔ اور قطب (غوث) وہ فرد واحد ہے جو ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کا مرکز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف سے طلسم اعظم عطاء فرمایا ہوتا ہے اور وہ کائنات اور موجودات ظاہرہ و باطنہ میں اسطرح سرایت کرتا ہے جس طرح روح کی بدن میں سرایت ہوتی ہے اس کے قبضہ میں فیض عام کا ترازو ہوتا ہے۔ اس ترازو کا وزن قطب کے علم کے تابع ہوتا ہے اور قطب کا علم، علم حق کے تابع ہوتا ہے اور علم حق ماہیات غیر مجعولہ کے اور قطب روح حیات کو کون اعلیٰ و اسفل میں فیضان فرماتا ہے اور وہ اس حیثیت سے کہ اس کا حصہ ملکیہ جو مادہ حیات و احساس کا حامل ہے حضرت اسرافیل کے قلب پر ہوتا ہے اس کے قلب کا حضرت اسرافیل کے قلب پر ہونا اپنی انسانی حیثیت سے نہیں ہوتا اور غوث میں جبرائیل کا حکم نشاۃ انسانیہ میں نفس ناطقہ کی مانند ہوتا ہے اور میکائیل کا حکم نشاۃ ثانیہ میں قوت جاذبہ کے حکم کی مانند ہوتا ہے اور حضرت عزرائیل کا

حکم اس میں نشاۃ ثانیہ میں قوت دافعہ کے حکم کی مانند ہوتا ہے۔

اور اسی کتاب میں غوث کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الغوث هو القطب حين ما يلتجاء اليه ولا يسمى فى غير ذالك الوقت۔ (التعریفات۔ص۔۷۰)

ترجمہ: غوث قطب ہی ہوتا ہے جس وقت اس سے فریاد کی جاتی ہے اس کی پناہ لی جاتی ہے اس وقت کے علاوہ اسکو غوث نہیں کہا جاتا۔

قطبیت کبریٰ

علامہ جرجانی قطبیت کبریٰ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هى مرتبة قطب الاقطاب وهو باطن نبوة محمد عليه الصلوٰة والسلام فلا يكون الا لورثته لاختصاصه عليه بالاكملية فلا يكون خاتم الولاية وقطب الاقطاب الا على باطن خاتم النبوة۔ (التعریفات ص۷۷)

ترجمہ: قطبیت کبریٰ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور قطب الاقطاب حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کا باطن ہے۔اس لیے یہ مرتبہ صرف رسول اللہ کے وارثوں کو حاصل ہے کیونکہ اکملیت کی بناء پر یہ مرتبہ آپ ﷺ سے مختص ہے لہٰذا خاتم ولایت اور قطب الاقطاب صرف خاتم النبوت ہی کے باطن پر ہوگا۔

حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فریدی فخری چشتی اپنی کتاب اصطلاحات صوفیہ میں غوث کے متعلق فرماتے ہیں۔

غوث اپنے زمانہ میں ساری دنیا میں ایک ہی ہوتا ہے۔اور اپنے وقت کے جملہ

اولیاء اللہ پر حاکم اور سب سے اعلیٰ و افضل ہوتا ہے۔ سارا نظام عالم ظاہر و باطن اس کے تصرف میں ہوتا ہے ہشیر دہ ہزار عالم پر اس کی حکومت ہوتی ہے غوث ظاہر و باطن میں قدم بقدم حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوتا ہے۔ قطب الاقطاب بھی غوث ہی کو کہتے ہیں غوث وقطب ایک ہی شے ہے باعتبار حاجت روائی خلق کے غوث نام ہے اور باعتبار قرب ذات حق قطب کے نام ہے۔ (اصطلاحات صوفیہ۔۱۰۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ

مقام غوثیت کے بارے میں فرماتے ہیں

بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے، غوث کا لقب عبداللہ اور وزیر دست راست، عبدالرب اور وزیر دست چپ عبدالملک، اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر دست راست سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ بخلاف سلطنت دنیا اس لیے کہ یہ قلب ہے اور دل جانب چپ ہوتا ہے غوث اکبر اور غوث ہر غوث حضور سید عالم ﷺ ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور کے وزیر دست چپ تھے۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وزیر دست راست پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہوئے اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو عطاء ہوئی، اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے۔ پھر حضرت مولیٰ علی کو اور امامین محترمین (امام حسن و حسین) رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے بعد حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے

حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔

ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث آپ تنہا، غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے آپ غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی آپ کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت مہدی تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ کو غوثیت کبریٰ عطائی ہوگی۔

غوث کے انتقال کے بعد غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے اور اوتاد کی جگہ بدلاء سے، بدلاء کی جگہ پر ابدال سبعین (ستر) سے اور ان کی جگہ تین سو نقباء سے پھر اولیاء سے اولیاء کی جگہ عام مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔ (تحفظ عقائد اہلسنت ص ۴۸۴، ۴۸۵)

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ولهذا الروح المحدى مظاهر فى العالم واكمل مظهره فى قطب الزمان۔ (اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۱۳)

ترجمہ: اور اس روح محمدی کے عالم میں بہت سارے مظاہر ہیں اور کامل ترین مظہر اس کا قطب زماں ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ کائنات میں روح محمدی کے بہت سارے مظاہر ہیں ان میں کامل ترین مظہر وقت کا قطب الاقطاب اور غوث زماں ہوتا ہے۔

اقطاب کے فرائض

اقطاب کے فرائض کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے یوں تصریح فرمائی ہے:

قطب ابدال واسطۂ وصول فیوض است کہ وجود عالم بہ بقائے آں تعلق دارد و قطب ارشاد واسطہ فیوض است کہ بہ ارشاد و ہدایت تعلق

دارد پس تخلیق وترزیق وازالہ بلیات ودفع امراض وحصول عافیت و صحت منوط بہ فیوض مخصوصہ قطب ابدال و ایمان و ہدایت و توفیق حسنات وانابت ازسیات نتیجہ فیوضات قطب ارشاداست۔

(معارف الدینیہ امام ربانی ص ۴۴)

ترجمہ: قطب ابدال عالم کے وجوداور اس کی بقاء سے تعلق رکھنے والے امور میں وصول فیض کا واسطہ ہے اور قطب ارشاد ہدایت وارشاد سے متعلق امور میں وصول فیض کا وسیلہ ہے اس لیے رزق، مصائب کے دور ہونے اور صحت و آرام کے حاصل ہونے کا تعلق قطب ابدال کے فیوض کے ساتھ مخصوص ہے اور ایمان، ہدایت، نیک کاموں کی توفیق اور توبہ وغیرہ قطب ارشاد کے فیوضات کا نتیجہ ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات سے واضح ہوا کہ عالم کے وجود و بقاء سے متعلق جملہ امور میں قطب ابدال وصول فیض کا وسیلہ ہے۔ اسی لیے پیدائش، رزق، صحت اور مصائب ٹلنے وغیرہ امور کا تعلق اس کے فیض کے ساتھ مخصوص ہے اور قطب ارشاد کے وسیلہ سے ایمان و ہدایت ملتی ہے اور اسی کے واسطہ سے نیک اعمال کرنے اور برائی سے بچنے اور توبہ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

قطب مدار

غوث کو قطب الاقطاب وقطب مدار بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے تحت حضرت امام ربانی سے حضرت خضر علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا کہ:

وجعلنا اللّٰہ تعالٰی معینا للقطب المدار مِنْ اولیاء اللّٰہ تعالٰی الذی جعلہ اللّٰہ مدارا للعالم ببرکۃ وجودہٖ و

افاضتہ فقال الخضر ان القطب فی ھذالزمان فی دیار الیمن متبع اللشافعی فی الفقھہ فنحن نصلی مع القطب۔ (تفسیر مظہری ج ۶ ص ۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو قطب مدار کا معاون و مددگار بنایا ہے جو اولیاء سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بقاء کا سبب بنایا ہے۔ اس کے وجود اور فیض کی برکت سے بقائے عالم ہے اور فرمایا کہ اس وقت قطب مدار یمن میں ہے اور وہ فقہ میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہے اور ہم اس کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

حضرت امام ربانی کے اس قول سے ثابت ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام اور غوث وقت کی ملاقات ہوتی رہتی ہے اور حضرت حضران کے معاون و مددگار رہوتے ہیں اور قطب کا وجود دنیا کے بقاء کا سبب ہے۔

مقامات اولیاء کرام

حضرت شاہ سید محمد ذوقی مرحوم کی کتاب ''سر دلبراں'' جس میں مصطلحات صوفیہ پر بحث کی گئی ہے اس میں حضرت ذوقی اولیاء اللہ کی تعریف اوران کے مختلف مراتب و درجات اور روحانی کمالات وتصرفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان کا وجود آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اور آنحضرت سے لیکر ظہور مہدی علیہ السلام اور نزول عیسیٰ علیہ السلام تک رہا اور رہے گا۔ قیام کائنات کا دارومدار ان پر ہے، عبد و رب کے درمیان فیض رسانی کا یہ ذریعہ ہوتے ہیں امور تکوینی کے انصرام اور تصرفات کونیہ کی قدرت سے حق تعالیٰ ان کو مشرف فرماتا ہے۔ ان کی برکات سے نزول باران اور سرسبزیٔ نباتات اور بقائے انواع حیوانات

اور آبادی شہر و قصبات اور تقلب احوال اور تحول اقبال و ادبار سلاطین اور انقلاب حالات اغنیاء، ومساکین اور ترقی وتنزل اصاغر و اکابر اور اجتماع وتفرق جنود وعساکر اور رفع بلاء اور دفع وباء وغیرہ امور ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جس طرح حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ اس کی مقتضی ہے کہ آفتاب کو نور عطاء فرماتا ہے اور اس آفتاب سے عالم کو روشن کرتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ غیب الغیب سے ایک نوران حضرات پر نازل فرماتا ہے پھر اس نور کو اصلاح عالم اور نظام بنی آدم کا وسیلہ بناتا ہے۔

یہ حضرات دو اقسام پر منقسم ہیں:

اولیاء ظاہرین اور اولیاء مستورین۔

اولیاء ظاہرین کے سپرد خدمت ہدایت خلق ہوتی ہے یہ ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ خدمت ہدایت ان کو اپنے اظہار پر مجبور کرتی ہے۔

اولیاء مستورین کے سپرد انصرام امور تکوینی ہوتا ہے اور یہ اغیار کی نگاہ سے مستور رہتے ہیں۔ یہ صاحب خدمت ہوتے ہیں اور امور انتظامی کے انصرام کے لیے ضرورت اظہار سے مستغنی ہیں۔ انہیں رجال الغیب اور مردان غیب کہتے ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے قدم بہ قدم چل کر عالم شہادت سے اس غیب کی جانب منتقل ہو گئے ہیں جسے مستوی الرحمان کہتے ہیں وہ نہ پہچانے جاتے ہیں نہ ان کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے حالانکہ وہ انسان ہیں ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو صرف اپنے ہی ٹھکانوں میں پائے جاتے ہیں عالم احساس میں جس انسان کی صورت چاہیں اختیار کر لیتے ہیں لوگوں کو مغیبات کی خبر دیتے ہیں اور پوشیدہ امور ظاہر کرتے ہیں ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو تمام عالم میں پھرتے ہیں لوگوں پر ظاہر ہوتے ہیں پھر غائب ہو جاتے ہیں ان سے باتیں کرتے ہیں اور انہیں جواب دیتے ہیں جنگل پہاڑ اور نہروں کے کنارے بستے ہیں لیکن ان میں سے جو قوی تر ہیں

شہروں میں بستے ہیں۔ صفات بشری کو اپنے اوپر اوڑھے لپیٹے رہتے ہیں کھاتے ہیں، پیتے ہیں، بیمار پڑتے ہیں، علاج کرتے ہیں، اولاد و اسباب، اموال و املاک رکھتے ہیں۔ لوگ ان سے حسد بھی کرتے ہیں، دشمنی بھی برتتے ہیں، انہیں ایذاء بھی پہنچاتے ہیں مگر حق تعالیٰ ان کے حسن احوال اور کمالات باطنی کو اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتا ہے انہیں کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ:

اولیائی تحت قبائی لا یعرفهم غیری۔

رجال اللہ ظاہرین ہوں یا مستورین بارہ اقسام میں منقسم ہیں۔

۱۔ اقطاب۔	۲۔ غوث۔
۳۔ امامان۔	۴۔ اوتاد۔
۵۔ ابدال۔	۶۔ اخیار۔
۷۔ ابراد	۸۔ نقباء۔
۹۔ نجباء	۱۰۔ عمد۔
۱۱۔ مکتوبان	۱۲۔ مفردان۔

ا۔ اقطاب:

ہر زمانہ میں تمام دنیا میں سب سے بڑا قطب ایک ہوتا ہے جسے قطب عالم یا قطب کبریٰ (اکبر) یا قطب ارشاد یا قطب مدار یا قطب الاقطاب یا قطب جہاں یا جہانگیر عالم کے ناموں سے پکارتے ہیں عالم سفلی وعلوی میں اس کا تصرف ہوتا ہے اور سارا عالم اسی کے فیض برکت سے قائم رہتا ہے اگر قطب عالم کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے قطب عالم حق تعالیٰ سے براہ راست اور بلا واسطہ فیض حاصل کرتا ہے اور اس فیض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے، بڑی عمر پاتا ہے، نور خاصہ مصطفوی کی برکت سے ہر سمت

دیکھتا ہے۔ خواہ آنکھیں اس کی کھلی ہوں یا بند۔ ماتحت اقطاب کے تقرر وتنزل وترقی کا اختیار رکھتا ہے۔ ولی کو معزول ومقرر کرنے کا مجاز ہے۔ خود ولایت شمسی رکھتا ہے۔ برعکس قطب ابدال کے جس کی ولایت قمری ہوتی ہے قطب عالم مظہر تجلی اسم رحمان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر خاص تجلی الوہیت ہیں۔ قطب عالم سالک ہوتا ہے اور اس کی ترقی جاری رہتی ہے، ترقی کرتے کرتے وہ مقام فردانیت تک پہنچ جاتا ہے جسے محبوبیت بھی کہتے ہیں جمیع رجال اللہ کے باطن میں نام ہوا کرتے ہیں (یعنی ان کے ذاتی ناموں کے علاوہ باطنی نام بھی ہوتے ہیں) چنانچہ قطب عالم کا نام عبداللہ ہوتا ہے۔

اقطاب کے بھی بے شمار انواع ہیں جو سب قطب عالم کے ماتحت ہوتے ہیں مثلاً قطب ابدال، قطب اقالیم، قطب ولایت وغیرہ ہر نوع کا ایک جدا قطب ہوتا ہے، مثلاً قطب زہاد، قطب عرفاء، قطب متوکلان ہر مقام اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں کا ایک قطب ہوتا ہے جو اسکی محافظت کرتا ہے وہ بستی مومنوں سے آباد ہو خواہ کافروں سے مومنوں کی پرورش تجلی اسم ہادی کے تحت میں ہوتی ہے اور کافرں کی پرورش اسم مضل کے تحت میں یہ دونوں اسم اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔

۲۔ غوث:

بعض بزرگوں کے نزدیک قطب اور غوث ایک ہی چیز ہیں مگر بقول حضرت محی الدین ابن عربی [illegible] اقطاب اور غوث جدا ہیں، بعض کے نزدیک قطبیت اور غوثیت دو جداگانہ منصب ہیں جو ایک ہی شخص میں مجتمع ہو سکتے ہیں۔ قطبیت کے اعتبار سے اسے قطب الاقطاب اور غوثیت کے اعتبار سے غوث کہتے ہیں۔

۳۔ امامان:

قطب الاقطاب کے دو وزیر ہوتے ہیں جنہیں امامان کہتے ہیں ایک اس کے

داہنے ہاتھ پر ہوتا ہے جس کا نام عبدالملک ہے اور دوسرا بائیں ہاتھ پر ہوتا ہے جس کا نام عبدالرب ہے داہنے ہاتھ والا قطب مدار سے فیض حاصل کرتا ہے اور عالم علوی پر اس کا افاضہ کرتا ہے بائیں ہاتھ والا قطب مدار سے فیض حاصل کر کے عالم سفلی پر افاضہ کرتا ہے لیکن بائیں ہاتھ والے کا مرتبہ داہنے ہاتھ والے سے بلند تر ہے جب قطب الاقطاب کی جگہ خالی ہوتی ہے تو بائیں ہاتھ والے کو ملتی ہے اور دائیں ہاتھ والا بائیں ہاتھ والے کی جگہ آجاتا ہے عالم کون وفساد میں انتظام رکھنا زیادہ مشکل ہے بہ نسبت عالم علوی کے اس لیے بائیں ہاتھ کا وزیر زیادہ قوی اور تجربہ کار رکھا جاتا ہے۔

۴۔اوتاد:

چار ہوتے ہیں اور عالم کے چاروں کھونٹ (کناروں) پر ان میں سے ایک ایک متعین ہوتا ہے۔۱۔ایک مغرب میں ہوتا ہے جس کا نام عبدالودود ہوتا ہے۔۲۔ دوسرا مشرق میں ہوتا ہے جس کا نام عبدالرحمان ہے۔۳۔تیسرا جنوب میں جس کا نام عبدالرحیم ہے۔۴۔چوتھا شمال میں جس کا نام عبدالقدوس ہے۔قیام عالم میں ان سے میخوں کا کام لیا جاتا ہے اور یہ بمنزلہ پہاڑ کے ہوتے ہیں جن سے زمین کی سرسبزی بھی مقصود ہے اور قیام بھی اور سکون بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الم نجعل الارض مھدا والجبال اوتادا۔(النبا،۷۸۔۶۔۷)

۵۔ابدال:

انہیں بدلاء بھی کہتے ہیں یہ سات ہوتے ہیں اور سات اقالیم پر متعین ہوتے ہیں ان کا مشرب سات انبیاء علیہم السلام کے مشرب پر ہوتا ہے ان کا کام مدد معنوی اور عاجزوں کی فریادرسی ہے۔یہ سات ابدال ذیل ہیں۔

۱۔ ابدال اقلیم اول بر قلب ابراہیم علیہ السلام نام عبدالحئی

۲۔ ابدال اقلیم دوم برقلب موسیٰ علیہ السلام نام عبدالعلیم

۳۔ ابدال اقلیم سوم برقلب ہارون علیہ السلام نام عبدالمرید

۴۔ ابدال اقلیم چہارم برقلب ادریس علیہ السلام نام عبدالقادر

۵۔ ابدال اقلیم پنجم برقلب یوسف علیہ السلام نام عبدالقاہر

۶۔ ابدال اقلیم ششم برقلب عیسیٰ علیہ السلام نام عبدالسمیع

۷۔ ابدال اقلیم ہفتم برقلب آدم علیہ السلام نام عبدالبصیر

ان سات ابدالوں میں سے عبدالقاہر وہ ہیں جنہیں اس ملک یا اس قوم پر مسلط کیا جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ قہر نازل فرماتا ہے اور یہی ذریعہ مقہوری بنتے ہیں ان سات ابدالوں کو قطب اقلیم بھی کہتے ہیں۔ علاوہ متذکرہ بالا کے پانچ ابدال اور بھی ہوتے ہیں جو یمن میں رہتے ہیں اور جنہیں قطب ولایت کہتے ہیں قطب عالم کا فیض قطب اقالیم پر اور قطب اقالیم کا فیض قطب ولایت پر اور قطب ولایت کا فیض جملہ اولیاء پر وارد ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں تین سو پچاس اور بھی ہوتے ہیں جن میں سے تین سو قلب آدم علیہ السلام پر ہوتے ہیں بقول میر سید محمد جعفر مکی یہ تین سو پچاس نہیں بلکہ چار سو چار ابدال ہیں جو مختلف انبیاء کے مشرب پر ہوتے ہیں اور مختلف خدمات جن کی تفویض میں رہتی ہیں۔

۶۔ اخیار:

متذکرہ بالا ابدال میں سے سات ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں انہیں اخیار کہتے ہیں اور نام ان سب کا حسین ہے۔

۷۔ ابرار:

ان ہی میں سے چالیس ابدال ابرار کہلاتے ہیں۔

۸۔ نقباء:

یہ سب تین سو ہیں اور نام ان سب کا علی ہے۔

۹۔ نجباء:

ستر ہیں نام ان سب کا حسن ہے مصر میں رہتے ہیں۔

۱۰۔ عمد:

چار ہیں نام ان کا محمد ہے زوایائے ارض میں رہتے ہیں۔

۱۱۔ مکتوبان:

یہ چار ہزار ہوتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں لیکن اپنے آپ کو نہیں پہچانتے ایسے لباس میں ہوتے ہیں کہ اغیار نہیں پہچان سکتے۔

۱۲۔ مفردان:

افراد کو کہتے ہیں جب قطب عالم ترقی کرتا ہے تو فرد ہو جاتا ہے فردانیت میں پہنچ کروہ تصرفات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے قطب مدار عرش سے ثری تک متصرف ہوتا ہے۔ اور فرد متحقق ہوتا ہے تصرف اور تحقق میں بڑا فرق ہے قطب مدار علی الدوام تجلی صفات میں رہتا ہے اور فرد تجلی ذات میں قطب مدار خاص ہے اور فرد اخص، فردانیت مقام انبساط و موانست ہے اور یہاں آکر مراد باقی نہیں رہتی، بعض اولیاء کو تجلی افعالی ہوتی ہے اور بعض کو تجلی اسمائی، بعض کو تجلی آثاری، بعض مقام محو میں ہوتے ہیں بعض مقام شکر میں، اور بعض دونوں میں مقامات اولیاء اللہ خارج از حدود حصر ہیں مگر اہل فردانیت ان جملہ مقامات سے برتر ہیں، تنزل کی تو ایک حد ہوتی ہے مگر عروج و ترقی کی کوئی حد وانتہا نہیں۔ افراد جب مزید ترقی کر کے فردانیت میں کامل ہو جاتے ہیں تو محبوبیت کا مرتبہ پاتے ہیں پھر محبوبیت میں بھی بعض مقبولان بارگاہ الٰہی ایک خاص

امتیازی شان سے نوازے جاتے ہیں جیسے حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانیؒ اور سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیاء۔ (سر دلبراں ص ۱۷۶۔۱۷۷ مطبوعہ محفل ذوقیہ نارتھ کراچی)

قطب الاقطاب (غوث) کا جاہ وجلال

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب پر عربی زبان میں لکھی گئی کتاب "السیف الربانی فی عنق من اعترض علی الغوث الجیلانی" میں حضرت محمد بن ابو القاسم الشریف رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب یعنی غوث وقت کے جاہ وجلال اور رعب و دبدبے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قطب الاقطاب بڑے دبدبے اور جاہ وجلال کا مالک ہوتا ہے، عالم اقطاب کو اس کے سامنے دم مارنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی، اس کے حضور ذرا سی بھی حرکت اور بے ضابطگی سے نعمت روحانی سلب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے وہ اس کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے چاہتے ہیں کیونکہ ان کی باطنی ترقی اور عروج کا دارومدار اسی کی نگاہ کرم پر ہوتا ہے اس کی ایک نظر عنایت ان کا بیڑا پار لگا دیتی ہے اور من کے کنول کو کھلا اور مہکا دیتی ہے۔

حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان اولیاء یحترمون القطب احتراما کبیرا حتیٰ انهم اذا حضر القطب فی الدیوان لا یقدر احدهم ان یحرك شفته السفلیٰ فانه لو فعل ذالك یخاف علی نفسه من سلب الایمان فضلا من شئی آخر۔

اولیاء کرام حضرت قطب الاقطاب کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ جب وہ دیوان خاص میں تشریف لاتا ہے تو کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ

ہونٹ بھی ہلا سکے اور بات تو الگ رہی اتنی جرات کرنے سے بھی

ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی و دیگر اولیاء فرماتے ہیں:

القطب یبایعه العالم کله و من جملة من یبایعه الملائکة۔

ترجمہ: تمام جہاں قطب کی بیعت کرتے ہیں یہاں تک کہ فرشتے بھی۔

حضرت حاتمی نے اپنا تجربہ اور مشاہدہ یوں بیان فرمایا ہے:

ھو واحد الزمان و یبایعه العالم کله حتیٰ الجن۔

ترجمہ: قطب الاقطاب اپنی ذات وحیثیت میں یکتائے روزگار ہوتا ہے تمام عالم اس کی بیعت کرتے ہیں یہاں تک کہ جنات بھی۔

اس وضاحت کا حاصل یہ ہے کہ قطب الاقطاب زمرہ اولیاء میں خاص حیثیت و فوقیت کا مالک ہوتا ہے اس کی وجہ اور حکمت کیا ہے؟ اس کی قدر تشریح کی جاتی ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم یکون ملکا عضوضا۔

ترجمہ: میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی پھر ملوکیت اپنے قدم جمائے گی۔

حضور ﷺ کے بعد چاروں خلفاء راشدین نے منہاج نبوت پر خلافت کا نظم و نسق چلایا اور نبوی صراط مستقیم سے ایک بال برابر بھی ادھر ادھر نہ ہونے دیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو تیس سال پورے ہونے میں چھ ماہ باقی تھے، حضرت مولیٰ علی کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے اور چھ ماہ تک آپ نے انہی خطوط پر خلافت چلائی پھر اس ظاہری خلافت سے دستبردار ہوگئے اس طرح تیس سال کے بعد خلافت علی منہاج النبوت ختم ہوگئی اور ملوکیت نے

اس کی جگہ اپنے پنجے گاڑ دیئے۔

تیس سال تک یہ خلافت ظاہری شکل میں قائم رہی لیکن اس کے بعد اس نے روحانی صورت اختیار کرلی، اور آج تک اسی صورت میں جلوہ گر، جاری وساری اور قائم ہے اور قیامت تک قائم دائم رہے گی۔ اور جو شخص اس خلافت کے منصب پر فائز ہو وہ قطب الاقطاب (غوث) ہوتا ہے چونکہ ہر قطب یہ منصب حاصل نہیں کرسکتا اس لیے قطب الاقطاب کی وہ دل وجان سے اطاعت کرتا ہے اور اسے اپنا آقاء ومقتدا ہی نہیں سمجھتا بلکہ اپنے آپ کو اس کا غلام وخادم کہلانے میں فخر وانبساط محسوس کرتا ہے۔

خلافت علی منہاج النبوت کے روحانی منصب کا سربراہ ہونے کے علاوہ قطب الاقطاب کی افضلیت وبزرگی کی ایک وجہ اور بھی ہے اور اس کا تعلق اس کے دل کی وسعت اور اس میں موجود نور ایمان وبصیرت کے ساتھ ہے۔

ایک حدیث قدسی ہے اللہ فرماتا ہے:

ما وسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب عبدی المومن۔

ترجمہ: میں زمین وآسمان میں نہ سما سکا لیکن اپنے بندہ مومن کے دل میں سما گیا۔

دل میں سمانے کا مطلب یہ نہیں کہ خدا اس میں حلول کر گیا اللہ تعالیٰ اس سے بلند وپاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے بلند وپاک ہے اور اسلامی تعلیمات میں اس نوع کی کسی بات کا تصور تک موجود نہیں ہے بلکہ ایسے بے سروپا نازیبا اور توہماتی تصورات کی حوصلہ شکنی اور بیخ کنی کی گئی ہے دل میں سمانے کا مطلب یہ ہے کہ تسلیم ورضا بن جانے والے صفا پیشہ اور وفا شعار ولی کامل کا دل، اللہ کی محبت ورضا کے نور سے معمور وآباد ہو جاتا ہے۔ اس میں معرفت وہدایت کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور وہ عشق صادق کے باعث جمال الٰہی کا ہر آن مشاہدہ کرنے لگ جاتا ہے۔ (اس کا دل حسن حقیقی کی لازوال تنویروں اور عشق سرمدی کے لافانی انوار وتجلیات کا مرکز بن جاتا ہے) اور

عالم قدس کے نورانی پیکر واقعتاً اس کا طواف کرنے لگ جاتے ہیں اور اسے حریم جاناں کا درجہ دیدیتے ہیں۔ (ماخوذ از ماہنامہ منہاج القرآن لاہور جلد ۲ شمارہ ۱ جنوری ۱۹۸۸)

اکابرین امت نے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے لیے غوث اور غوث اعظم کا لقب جابجا استعمال فرمایا ہے

اکابرین امت، علماء کرام وصوفیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم اپنی تالیفات و تصانیف میں حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مناقب و مدائح بیان کرتے ہوئے آپ کو مختلف القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ان میں سے آپ کا ایک لقب غوث اور غوث اعظم ہے۔ ان بزرگان دین نے جابجا آپ کے لیے غوث اور غوث اعظم کا لقب استعمال کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غوث یا غوث الاعظم کہنا شرک ہوتا تو یہ بزرگان دین کبھی کسی کو اس وصف سے یاد نہ کرتے یہ بزرگان دین تو وہ اللہ کے محبوب بندے ہیں جنہوں نے اپنی پوری عمر درس توحید اور رد شرک میں صرف کی، اور جنہوں نے بیشمار مخلوق خدا کو بت پرستی کی ظلمات وتاریکیوں سے نکال کر توحید کی ضیاء پاشیوں سے مشرف کیا۔

۱۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز کہ جنہوں نے کفرستان ہند میں اسلام کی شمع فروزاں کی بے شمار مشرکین کو حلقہ بگوش اسلام کیا، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کے سنگین دلوں کو موم بنادیا، ان میں گداز پیدا کی، شریعت کی لاج رکھی اسلام کا علم بلند کیا، برصغیر کے حقیقی فاتح اور اسلام کے داعی تھے جن کی اسلامی تبلیغ و درس توحید سے متاثر ہو کر بیشمار صنم تراش، بت گر وبت پرست توحید الٰہی کی دولت سے سرفراز ہو کر اسلام کے سچے پیروکار بن جاتے ہیں۔ وہی خواجہ اجمیری، حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کو ان الفاظ سے خراج

عقیدت پیش کرتے ہیں۔

یا غوث معظم، نور ہدی، مختار نبی، مختار خدا

سلطان دو عالم، قطب علی، حیراں زجلالت ارض وسما

حضرت خوجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ غوثیت میں یوں عرض کرتے ہیں:

قبلہ اہل صفاء حضرت غوث الثقلین

دست گیر ہمہ جا حضرت غوث الثقلین

(درالدارین)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی بارگاہ غوثیت میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

غوث اعظم دلیل راہ یقین　　بہ یقین رہبر اکابر دین

اوست درجہ جملہ اولیاء ممتاز　　چوں پیامبر در انبیاء ممتاز

اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالی نے غوث اعظم کو قطبیت کبری اور ولایت عظمی کا مرتبہ عطاء فرمایا فرشتوں سے لیے کر زمینی مخلوق تک آپکے کمال جلال و جمال کا شہرہ تھا۔

اللہ تعالی نے بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور جسمانی تصرفات کے لوازم واسباب آپ کے اختیار واقتدار میں دے دیئے تھے اور تمام اولیاء اللہ کو آپ کا مطیع وفرمانبردار بنادیا تھا۔ غرضیکہ تمام اولیاء وقت حاضر وغائب، قریب وبعید، ظاہر وباطن سب کے سب آپ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار تھے اور آپ تمام اولیاء کے سالار وسردار

تھے، کیونکہ آپ قطب الوقت، سلطان الوجود، امام الصدیقین، حجۃ العارفین، روح معرفت، قطب الحقیقت، خلیفۃ اللہ فی الارض، وارث کتاب اللہ، الوجود البحت، النور الصرف، سلطان الطریق اور متصرف فی الوجود علی التحقیق ہیں۔

حضرت مولانا الحاج امداد اللہ مہاجر مکی کا ارشاد ہے:

خداوندا بحق شاہ جیلانی
محی الدین و غوث و قطب دوراں
بکن خالی مرا از ہر خیال
ولٰکن آن کہ زد پیدا است حالے

۵۔ حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ قطبیت کبریٰ کا مقام حضرت امام مہدی تک جناب غوث الاعظم کی ذات بابرکت سے مختص ہے۔

٦۔ حضرت شاہ ولی اللہ اپنی کتاب ہمعات میں فرماتے ہیں کہ:

''اصل نسبت حضرت غوث اعظم نسبت اویسیہ است''

ترجمہ: نیز آپ نے تفہیمات میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کو شیخ اعظم اور غوث اعظم کے القاب سے یاد کیا۔

(تفہیمات ج ۲ ص ۲۳، ۱۰۸)

اور اپنی کتاب الانتباہ میں غوث الثقلین کے لقب سے یاد کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''جمعرات کو غوث الثقلین (یعنی جن وانس کے فریادرس) کی فاتحہ پڑھنے کے بعد وظائف شروع کرے۔'' (ملخصا انتباہ ص ۲۵)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فضائل اہل بیت بیان کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں غوثیت کبریٰ کا حضرت غوث اعظم کے ساتھ مختص ہونے کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حضرت غوث اعظم کا دور آنے پر یہ منصب عظیم یعنی قطبیت کبریٰ آپ کی ذات سے مختص کر دیا گیا اب جس کسی کو بھی اس راستے سے فیض و برکات حاصل ہوتی ہیں آنجناب کے توسط سے ہی ہوتی ہیں۔ (مکتوبات شریف دفتر سوئم مکتوب نمبر ۱۲۳)

حضرت غوث بہاؤ الحق والدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم کی شان میں لکھتے ہیں۔

گوئیم ز کمال تو چہ غوث الثقلینا
محبوب خدا ابن حسن آل حسینا

حضرت خواجہ گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں:

یا قطب، یا غوث، یا ولی روشن
بندہ ام، درماندہ ام جز تو ندارم دستگیر

اور یہ بھی انہیں کی عرض داشت ہے۔

یا محی الدین ترحمنا بسلطنت واسع
انت غوث الکل مشھود بانواع الکرم

(درالدارین، سیرت محبوب حجۃ البیضاء)

استاذ حاتم بن احمد الاہدل علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

الغوث الاعظم قطب الاقطاب تاج الاحباب شیخ الثقلین کھف المراقبین صاحب السرالاتم الاعظم،

المتصرف التکوین بالاذن المطلق مولانا و سیدنا شیخ الشیوخ علی الاطلاق السید عبدالقادر بن السید ابی صالح ـ (تفریح الخاطر ص ۲۹، ۳۰)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح فتوح الغیب میں حضرت غوث اعظم کے لیے کئی القاب ذکر کیے ہیں جن میں چند یہ ہیں:

قطب الاقطاب و فرد الاحباب القطب الاکمل الاشرف الغوث الاعظم الارفع غوث الثقلین امام الفریقین العالم الربانی القطب الفردانی الغوث الصمدانی محی الدین ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ۔

(شرح فتوح الغیب فارسی ص ۳)

حضرت ملا علی قاری حنفی مشکوۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں ایک حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے اپنی عقیدتمندی کا یوں اظہار کرتے ہیں

وقد قال القطب الربانی الغوث الصمدانی السید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فی فتوحات الغیب الخ۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۱۰ص ۵۵)

انہی حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر عربی زبان میں ایک مستقل کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام ہے:

"نزھة الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ السید الشریف

عبدالقادر"۔

یہ کتاب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے حسن عقیدت کا بہترین نمونہ ہے، آپ نے عقیدت ومحبت کے باوجود جس خوبی سے سیرت نگاری کا حق ادا کیا ہے وہ آپ کی منصفانہ فرائض کی بجا آوری کی اعلیٰ دلیل ہے اسی کتاب میں ایک مقام پر حضرت غوث اعظم قدس سرہ کے القاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ جس زمانہ میں وعظ ونصیحت اور درس وارشاد فرماتے تھے اسی زمانہ میں آپ کے القاب میں امام الفریقین، موضح الطریقین، کریم الجدین معلم الطرفین اور غوث الثقلین مشہور ہوگئے"۔

(نزہۃ الخاطر الفاتر مترجم ص ۳۱)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب "نزہۃ الخاطر الفاتر" کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اپنے رب کریم سے اس کے نیک بندوں کی برکت کا امیدوار علی بن سلطان محمد قاری عرض گزار ہے کہ بعض حاسد اور منافق رافضی ہمارے آقا وسید، قطب ربانی، غوث صمدانی، سلطان الاولیاء العارفین، محی الملۃ والدین عبدالقادر الحسنی الحسینی قدس اللہ روحہ کی عظمت سے بے خبر رہ کر الزام تراشی کرتے ہیں کہ آپ صحیح النسب سید نہیں تھے بعض دوسرے کوتاہ اندیش بھی ایسے بدعقیدہ لوگوں کی رائے سے اتفاق کر لیتے ہیں حالانکہ مناسب یہ تھا کہ وہ لوگ جو آپ کے حالات وکمالات سے بے خبر ہیں اپنے ذہن وفکر کی نارسائی کا اعتراف کرتے۔ اہل علم وفکر کے ہاں یہ بات بڑی معیوب سمجھی جاتی ہے کہ کسی کے نسب کے معاملہ میں تحقیق وتنقیح کے

بغیر ہی کوئی رائے قائم کر لی جائے۔

اندریں حالات میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے حسب ونسب کے متعلق تحقیقی کوائف سامنے لائے جائیں۔ چنانچہ میں نے اس مختصر سی کتاب کا نام ''نزھۃ الخاطر الفاتر فی مناقب السید الشریف عبدالقادر'' رکھا اور اپنے اللہ سے حق گوئی کی توفیق کا جویا ہوں۔'' (نزھۃ الخاطر الفاتر مترجم اردو ص ۱۸، ۱۹)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نزھۃ الخاطر الفاتر میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

لقد بلغنی عن الاکابر ان الامام الحسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما مما ترك الخلافة لما فیها من الفتنة والافة عوضه الله تعالیٰ عنه، القطب الاکبر و سیدنا الشیخ عبدالقادر هو القطب الاوسط والمهدی خاتمة الاقطاب۔

ترجمہ: بے شک مجھے اکابر سے پہنچا کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے جب بخیال فتنہ وبلا یہ خلافت ترک فرمائی، اللہ عزوجل نے اس کے بدلے ان میں اور ان کی اولاد امجاد میں غوثیت عظمیٰ کا مرتبہ رکھا پہلے قطب اکبر خود حضور سیدنا امام حسن ہوئے اور اوسط میں حضرت سیدنا سید شیخ عبدالقادر اور آخر میں امام مہدی ہوں گے رضی اللہ عنہم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۲۲۳)

اسی کتاب میں حضور غوث اعظم قدس سرہ العزیز کا قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله، فرمانا اور اولیاء حاضرین وغائبین کا گردنیں جھکانا اور قدم مبارک کو اپنی گردنوں میں لینا اور ایک شخص کا انکار کرنا اور اس کی ولایت سلب ہو جانا بیان کر کے فرماتے ہیں:

وهذا بینة مبینة علی انه قطب الاقطاب والغوث الاعظم۔

یہ روشن دلیل قاطع ہے اس پر کہ حضور تمام قطبوں کے قطب اور غوث اعظم ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۴۳)

کتاب "السیف الربانی فی عنق من اعترض علی الغوث الجیلانی" میں آپ کا تذکرہ ان القاب سے فرمایا گیا ہے۔

غوث اعظم، قطب الاقطاب، غوث الاغواث، فرد الافراد، سید السادات، اولیاء کے سرتاج، قائدہ مقتداء، پیشواء۔ (ماخوذ از ماہنامہ منہاج القرآن جنوری ۱۹۸۸ء)

شرح عقائد نسفی جو کہ تمام مکاتب فکر کے نصاب میں داخل ہے اور دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اس کی معروف شرح النبراس میں علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف کے ضمن میں حضرت پیران پیر شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ غوث اعظم کے لقب سے فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں:

ان الامام احمد بن حنبل صاحب المذہب و عظیم المناقب وفی مذہبہ ائمۃ کبار و مشائخ عظام فمنہم الشیخ الغوث الاعظم عبدالقادر الجیلانی۔

(النبراس صفحہ ۴۴۴ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان)

ترجمہ: اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ مستقل فقہی مذہب کے امام اور عظیم مناقب کے مالک ہیں آپ کے فقہی مذہب میں بڑے بڑے آئمہ اور مشائخ عظام مقلد ہیں جن میں سے حضرت شیخ غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

غور کیجیے کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد پر مشتمل اس اہم کتاب میں حضرت پیران پیر پر غوث اعظم کے لقب کا اطلاق کیا گیا ہے کیا اس اطلاق کو شرک سے تعبیر کیا

جائے گا؟

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نام نہاد نام لیواؤں کے ہاں کسی کو غوث کہنا شرک ہے۔ حضرت شاہ صاحب صرف غوث ہی نہیں غوث الثقلین کا اطلاق فرما رہے ہیں۔

فرماتے ہیں:

بعد قرأت الفاتحه لغوث الثقلين قدس سره و مشائح السلسلة من السابقين و اللاحقين كما اشرطه المشائخ۔

(الانتباہ ص ۳۲)

ترجمہ: غوث الثقلین اور گزشتہ و پیوستہ مشائخ سلسلہ کی فاتحہ کے بعد جیسا کہ مشائخ نے ضروری قرار دیا ہے۔

غوث اور غوث اعظم کا لفظ آپ نے اپنی کتابوں میں کثرت سے استعمال کیا ہے ملاحظہ ہو۔ انفاس العارفین صفحہ ۱۹۸ القول الجلی ۸۱، ۲۸۵۔

(بحوالہ پیش لفظ رسائل شاہ ولی اللہ ص ۲۳)

شاہ ولی اللہ صاحب لمعات میں فرماتے ہیں:

امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود، واز آں جا فیض بردار و غالبا بیرون نیست از آنکہ ایں معنیٰ بہ نسبت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم باشد یا بہ نسب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا بہ نسبت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: آج اگر کسی کو روح خاص سے مناسبت پیدا ہو جائے اور وہ وہاں سے فیض یاب ہو تو غالبا بعید نہیں کہ یہ کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مناسبت سے حاصل ہو گا یا بہ نسبت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ

سے ملا ہوگا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں حضور اقدس ﷺ کی محبوبیت بیان کر کے فرماتے ہیں۔

ایں مرتبہ ازاں مراتب است کہ ہیچ کس راازبشر نہ دادہ اند مگر بہ طفیل ایں محبوب برخے از اولیاء امت واراشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما۔

(مجموعہ رسائل اعلیحضرت حصہ دوئم ص ۱۲۷، ۱۲۸)

ترجمہ: یہ وہ مرتبہ جو کسی انسان کو نصیب نہیں ہوا ہاں حضور ﷺ کے طفیل سے اس کا کچھ حصہ اولیاء امت تک پہنچا، پھر یہ حضرات اس کی برکت سے اور محبوب قلوب ہوئے جیسے حضرت غوث الاعظم اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء اقدس اللہ سرہما۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

آنچہ درتاویل قول حضرت غوث الثقلین قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ نوشتہ اند۔

انہیں کے ملفوظات میں ہے۔

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم باشد باہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آں حضرت بحالش مبذول نیست۔

ترجمہ: غوث الثقلین کی توجہ اپنے سلسلے سے وابستہ حضرات کی طرف بہت

معلوم ہوتی ہے آپ کے سلسلے کے کسی ایسے شخص سے ملاقات نہیں ہوئی جو آپ کی توجہ سے محروم ہو۔ (مجموعہ رسائل اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۲۸، ۱۲۹)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف المسلول میں لکھتے ہیں:

فیوض و برکات کارخانہ ولایت اول بر یک شخص نازل میشود وازاں تقسیم شدہ بہر یک از اولیائے عصر میرسد وبہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط از فیضے نمی رسد، ایں منصب عالی تا وقت ظہور سید الشرفاء حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بودہ چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شد وتا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک حضرت غوث الثقلین متعلق باشد ولہٰذا آں حضرت قدمی ہٰذہ علی رقبہ کل ولی اللہ فرمودہ وقول حضرت غوث الثقلین اخی وخلیلی کان موسیٰ بن عمران نیز برآں دلالت دارد۔

ترجمہ: کارخانہ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوئے، پھر اس سے منقسم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہیں ملا۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق تھا جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق اور محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا اس لیے آپ نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے پھر غوث پاک کا یہ قول، میرے بھائی اور دوست

موسیٰ بن عمران تھے،، بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔

(السیف المسلول مترجم ص ۵۲۸،۵۲۹ مطبوعہ قادری کتب خانہ ملتان ،، مجموعہ رسائل اعلیٰحضرت ص ۱۲۹،۱۳۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابن تیمیہ کا کلام جو کہ منہاج السنۃ وغیرہ کتابوں میں ہے اور اس کے بعض کلام سے نہایت وحشت ہوتی ہے خصوصاً ان امور سے زیادہ وحشت ہوتی ہے کہ اس نے اہل بیت کے حق میں تفریط کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے منع کیا ہے۔ اور غوث اور قطب اور ابدال سے انکار کیا ہے اور صوفیاء کرام کی تحقیر کی ہے۔ الخ

(فتاویٰ عزیزی ص ۲۴۸ مطبوعہ ایچ ایچ سعید کمپنی کراچی)

حضرت مولانا ابوالفضل سید محمود قادری مرحوم اپنی کتاب استعانت میں رقمطراز ہیں:

''زبدۃ الاعمال میں ہے کہ سراج الحرم شیخ ابوبکر قتانی فرمایا کرتے تھے کہ جب لوگوں کو کوئی حاجت ہوتی ہے تو پہلے نقباء دعا کرتے ہیں پھر نجباء دعا کرتے ہیں۔ پھر ابدال پھر اخیار پھر عمداء اگر وہ دعا قبول ہو گئی تو خیر ورنہ ''غوث'' دعا کرتا ہے اور اس کی دعا رد نہیں ہوتی۔

اس بیان سے ترتیب مدارج کے علاوہ یہ بھی واضح ہوا کہ مقام غوثیت سب سے اونچا مقام ہے صوفیاء کرام نے غوث کی تعریف یہ کی ہے کہ غوث اس قطب عظیم اور مرد کریم کو کہتے ہیں جس سے بحالت اضطرار سب رجوع ہوں اس کی ذات گرامی ''مرجع کل'' ہوتی ہے یہاں تک کہ نظام باطن کے سب کارکنوں کو بھی اس سے رجوع ہونا پڑتا ہے حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی مقالہ رابعہ

فتوح الغیب کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ

ابدال کے لیے ضروری ہے کہ وہ قطب کے پاس جائیں اس کی خدمت میں رہیں اس کے کہنے پر چلیں اور اس کے اوامر و احکام خلق میں جاری کریں۔

جامع الاصول میں ہے کہ:

غوث کا سریان موجودات اور اعیان باطنہ ظاہرہ میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ روح کا بدن میں اور فیضان عام اس کے اقتدار و اختیار میں ہوتا ہے اب اس سے اندازہ کرلو اس کے اقتدار اور اختیار اور سیر فی الانفس والافاق کا کیا حال ہوگا جو غوث ہی نہیں غوث الاعظمؒ ہے جو قطب ہی نہیں قطب الاقطاب ہے۔''

(استعانت ص ۴۶، ۴۷ مولفہ سید محمود قادری مرحوم)

مانعین کے اکابر نے بھی لفظ غوث، غوث اعظم، غوث الثقلین جا بجا استعمال کیا ہے اور مختلف درجات کے اولیاء کرام کے وجود کو تسلیم کیا ہے

برصغیر کے فرقہ وہابیہ کے پیشوا جناب اسماعیل دہلوی صاحب اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں مقام غوثیت اور تصرفات روحانیہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

پس بیانش آں کہ بسبب برکت بیعت و یمن توجہات آں جناب ہدایت مآب روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ و تا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازعی در مابین روحین مقدسین در حق

حضرت ایشاں ماندہ زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے خودمی فرمود تا ایں کہ بعد انقراض زمانہ تنازع در وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند و تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیش حضرت ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آوری می فرمودند تا ایں کہ در ہماں یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید و اما نسبت چشتیہ پس بیانش آنکہ روزے حضرت ایشاں بسوی مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند و بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثناء بروح پر فتوح ایشاں ملاقات محقق شدہ و آں جناب بر حضرت ایشاں توجہی بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ محقق شدہ۔ (صراط مستقیم مترجم ص ۱۴۴ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: بیان تو اس طرح ہے کہ حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی بیعت کی برکت اور آں جناب ہدایت مآب کی توجہات کے یمن سے جناب غوث الثقلین اور جناب خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں۔ قریبا ایک ماہ کے عرصہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے ہر ایک اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کر لے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو

مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر کے عرصہ تک دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پر زور اثر ڈالتے رہے پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقے کی نسبت آپ کی نصیب ہوئی، لیکن نسبت چشتیہ پس اس کا بیان اس طرح ہے کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگان قطب الاقطاب خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کی مرقد منور کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے اسی اثناء میں ان کی روح پر فتوح سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آں جناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی اس توجہ کے سبب ابتداء حصول نسبت چشتیہ کا تحقق ہو گیا۔

جناب دہلوی صاحب کی اس عبارت سے اولیاء کرام کے بعد از وفات تصرفات کے ثبوت کے علاوہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز پر غوث الثقلین (جن و انس کے فریاد رس) کے لقب کے اطلاق کا جواز ثابت ہو گیا، جو حضرات غیر خدا پر غوث کے لفظ کے اطلاق کو شرک قرار دیتے ہیں ان کا اپنے پیشواء جناب دہلوی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

اشرف علی تھانوی صاحب کی رائے

دیوبندی مکتب فکر کے حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی صاحب رقمطراز ہیں:

''قطب عالم ایک ہوتا ہے اس کو قطب العالم و قطب اکبر و قطب الارشاد و قطب الاقطاب و قطب المدار بھی کہتے ہیں۔ اور عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے اور اس کے دو وزیر ہوتے ہیں جو امامین

کہلاتے ہیں وزیر یمین کا نام عبدالملک اور یسار کا نام عبدالرب ہوتا ہے اور بارہ قطب ہوتے ہیں۔ سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں اور انکو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں ان کو قطب ولایت کہتے ہیں یہ عدد تو قطب معینہ کا ہے اور غیر معین ہر شہر ہر قریہ میں ایک قطب ہوتا ہے۔ غوث ایک ہوتا ہے بعض نے کہا قطب الاقطاب ہی کو غوث کہتے ہیں۔'' (تعلیم الدین ص۱۹۴ مصنفہ اشرف علی تھانوی)

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

اقسام اولیاء میں بزرگوں کی مختلف عبارتیں ہیں خلاصہ یہ ہے کہ وہ سب بارہ گروہ ہیں۔ اقطاب، غوث، امین، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نقباء، نجباء، عملا، مکتومات، مفردان۔ (تعلیم الدین ص۱۲۰)

اور اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

وہ اولیاء اللہ جو مختلف اقالیم میں رہتے ہیں اور سارے عالم کا انتظام سنبھالتے ہیں ان کی تفصیل۔ (تعلیم الدین ص۱۹۵)

جناب اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب التکشف میں تصوف سے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔ ان احادیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی وجود ابدال پر دلالت کرنے والی حدیث مسند امام احمد سے نقل کرنے کے بعد فائدہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

ملفوظات و مکتوبات صوفیہ میں ابدال و اقطاب و اوتاد و غوث وغیرہ الفاظ اور انکے مدلولات کے صفات و برکات و تصرفات پائے جاتے ہیں۔ حدیث میں جب ایک قسم کا اثبات ہے تو دوسرے اقسام بھی

مستبعد نہ رہے۔ ایک نظیر سے دوسری نظیر کی تائید ہونا امر مسلم و معلوم ہے برکات تو اس حدیث میں منصوص ہیں اور تصرفات تکوینیہ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ سے ثابت ہوتے ہیں۔

(التکشف ص ۴۲۴ مطبوعہ کتب خانہ مظہری کراچی)

''الافاضات الیومیہ'' میں جناب تھانوی صاحب کے ملفوظات جمع کیے گئے ہیں جو ان کی زندگی میں ان کی نظر ثانی اور اصلاح کے بعد شائع ہوتے رہے ہیں اور اس کتاب کو ان ہی کی تصنیف کی حیثیت سے چھاپا گیا ہے ان ملفوظات میں ملفوظ نمبر ۲۴۹ یہ ہے:

''فرمایا کہ قطب التکوین کو اپنی قطبیت کا علم ضروری ہے۔ مگر قطب الارشاد کو ضروری نہیں، ابدال وغیرہ بھی تکوینیات سے متعلق ہیں۔ قطب الارشاد میں تعدد ضروری نہیں، قطب التکوین متعدد ہوتے ہیں۔ مگر قطب الاقطاب تمام عالم میں ایک ہوتا ہے اس کا نام غوث ہے اہل کشف ان کو پہچانتے ہیں۔
قطب التکوین دائما اور قطب الارشاد احیانا متعدد بھی ہوتے ہیں۔''

(الافاضات الیومیہ۔ ج ا ص ۲۱۱)

جناب تھانوی صاحب اولیاء اللہ کی اہل ارشاد و اہل تکوین میں تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جنکے متعلق خدمت و ارشاد و ہدایت و اصلاح قلب و تربیت نفوس و تعلیم طرق قرب و قبول عند اللہ ہے اور حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپ

عصر میں جو اکمل و افضل ہو اور اس کا فیض اتم و اعلم ہو اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور ان کا طرز طرز نبوت ہوتا ہے، دوسرے وہ جنکے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیہ و دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں۔ اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں جن کو ہمارے عرف میں اہل خدمت کہتے ہیں، ان میں سے جو اعلیٰ و اقوئی اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اس کو قطب التکوین کہتے ہیں۔ اور ان کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے جن کو "مدبرات امر" فرمایا گیا ہے حضرت خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے مقام و منصب کے لیے ایسے تصرفات عجیبہ کا ہونا لازم ہے۔ بخلاف اہل ارشاد کے ان کا خود صاحب خوارق ہونا بھی ضروری نہیں البتہ ان حضرات کے کرامات اور طور کے ہوتے ہیں اس کا ادراک عوام کو نہیں ہوتا بلکہ وہ امور ذوق وجدانی ہیں کہ اکثر اوقات ان کی خدمت و صحبت سے جو شخص مستفید ہوتا ہے اس کو معلوم ہوتا ہے باقی یہ کہ نفع طریقت اہل ارشاد ہی سے ہوتا ہے تو اہل تکوین کے کمالات بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ تو اس میں دو فائدے ہیں ایک علمی اور دوسرا عملی، علمی تو یہ کہ ایک کام کی بات معلوم ہو جائے تو کہ علم ناقص نہ رہے دوسرا عملی، عملی یہ کہ اکثر ایسے لوگ ظاہر صورت سے خستہ حال و شکستہ بال و ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ کسی کو معلوم ہو گا تو مساکین کی تحقیر و توہین تو نہ کرے گا خوب سمجھ

لو۔ (التکشف ص ۱۴۱ تا ۱۴۲ مطبوعہ کامران پبلشرز لاہور)

تھانوی صاحب کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں جن میں سے ایک اہل ارشاد کہلاتی ہے جو اصلاح قلوب و تربیت باطن پر مامور ہے اور دوسری قسم اہل تکوین کی ہے جن کی حالت ان فرشتوں کی مانند ہے جو تدبیر عالم کرتے ہیں اور اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی اصلاح معاش کی خدمت اور دنیاوی امور کے انتظام اور دفع بلیات کی خدمات انجام دیتے ہیں ان حضرات سے کرامات و خوارق عادت امور کا صدور زیادہ ہوتا ہے اور ان دونوں قسموں میں جو سب سے اعلیٰ و افضل ہوتا ہے اس کو قطب کہا جاتا ہے۔

شاہ اسماعیل صاحب دہلوی اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں لکھتے ہیں

اور حضرت علی کے لیے شیخین پر ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا۔ مقام ولایت بلکہ قطبیت و غوثیت اور ابدالیت اور انہی قی خدمات آپکے زمانے سے لیکر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے۔ اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ (صراط مستقیم ص ۴۰)

دیوبندی مکتبہ فکر کے اکابر نے اولیاء کرام اور اپنے مشائخ و علماء کے لیے لفظ غوث جا بجا استعمال کیا ہے

دیوبندی مکتب فکر کے اکابر و علماء نے مختلف اولیاء کرام اور اپنے مکتب فکر کے مشائخ و اہل طریقت کے لیے جا بجا لفظ غوث استعمال کیا ہے چنانچہ شیخ اللہ یار خان

صاحب جو کہ دیو بندی مکتب فکر کے معروف شیخ طریقت تھے ان کے افادات انکے کسی معتقد نے کتابی شکل میں مرتب کیے ہیں ان میں وہ لکھتے ہیں:

''غوث و قیوم کی اصطلاحات تمام کتب نظامیہ میں موجود ہیں اور بڑے بڑے موحدوں نے اپنی ذاتی تحریروں میں یہ اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ مولینا حسین علی نے فوائد عثمانیہ میں کئی مقامات پر لفظ غوث استعمال کیا ہے اسی طرح شاہ ولی اللہ، شاہ اسماعیل شہید، امام ربانی مجدد الف ثانی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔'' (دلائل السلوک ص ۹۴)

ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

- ''صوفیاء کی بعض اصطلاحات کی اصل خود قرآن وحدیث میں موجود ہیں جیسے ابرار، اخیار، اور نقباء وغیرہ۔'' (دلائل السلوک)

شاہ اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں:

شخصیکہ در طریقہ قادریہ قصد بیعت می کند البتہ اورا در جناب غوث الاعظم اعتقادے عظیم بہم می رسد الی قولہ کہ خود را از زمرہ غلامان آنجناب می شمارداھ ملخصا۔

ترجمہ: ایک شخص نے قادری طریقے میں بیعت کا ارادہ کیا یقیناً اس کو جناب غوث اعظم میں بہت گہرا اعتقاد تھا خود کو آنجناب کے غلاموں میں شمار کیا۔ (صراط مستقیم بحوالہ مجموعہ رسائل اعلی حضرت حصہ دوئم ص ۱۳۰)

اور اسی کتاب میں دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

اولیاء عظام مثل حضرت غوث الاعظم وحضرت خواجہ بزرگ۔

ترجمہ: اولیاء عظام جیسے غوث اعظم اور خواجہ بزرگ۔

اور یہی امام الطائفہ اپنی کتاب مجموعہ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں:

اگر شخصے بزے را خانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود و او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ خواندہ بخوراندہ خللے نیست۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص کوئی بکرا اپنے گھر میں پالے تا کہ اس کا گوشت اچھا ہو جائے اور اس کو ذبح کر کے پکا کر غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے تو کوئی خلل نہیں۔

(زبدۃ النصائح مجموعہ رسائل اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۳۱)

اسماعیل دہلوی صاحب کی مذکورہ عبارات پر غور کیجیے کہ کتنی بار انہوں نے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے لیے غوث اعظم کا لفظ استعمال کیا ہے تو کیا ان پر بھی شرک کا فتویٰ صادر کیا جائے گا؟ یا کہ شرک کا فتویٰ صرف دوسرے لوگوں کے لیے خاص ہے اور گھر والے اس سے مستثنیٰ ہیں؟

دیوبندی مسلک کا ایک ہفت روزہ اخبار دعوت لاہور اپنی ۱۹ اپریل ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے لیے لفظ غوث کا استعمال حضرت مولینا اشرف علی صاحب تھانوی کے مواعظ میں عام ملتا ہے۔ (اخبار دعوت لاہور)

امدادالمشتاق میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت غوث اعظم سات اولیاء کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ ناگاہ نظر بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کو ہے آپ نے ہمت و توجہ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچالیا۔''

(امدادالمشتاق ص ۴۴)

تھانوی صاحب نے اپنی کتاب امداد الفتاویٰ میں ایک فتوے کا عنوان ہی یہ رکھا ہے:

"توضیح احکام شرعیہ بہ نسبت بعض عقائد مبتدعین متعلقہ حضرت غوث اعظم"۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۶۵ مطبوعہ کراچی)

الافاضات الیومیہ میں ملفوظ نمبر ۴۹ ہے:

"حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ایک بزرگ ہیں حضرت سید احمد کبیر رفاعی ایک بہت بڑے اولیاء کبار میں سے ہیں مگر حضرت غوث الاعظم کے برابر مشہور نہیں ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا۔ فرمایا کہ بھائی تیری پیشانی سے شقاوت نمایاں ہے تجھ کو کیا مرید کروں؟ وہ بیچارہ مایوس ہو کر لوٹ گیا، حضرت کا صورت دیکھ کر فرما دینا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پر ہیئت اعمال منکشف ہوئی ہوگی، یہ شخص حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، صورت دیکھ کر فرمایا آؤ بھئی میں خود بھی ایسا ہی ہوں انکے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر دونوں ہیئت منکشف ہوئیں، شقاوت کی بھی اور اس سے آگے سعادت کی بھی، حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو تسلی و تشفی کی اور طریق میں داخل کر لیا، چند روز میں اس شخص کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھ کر فرمایا آؤ بھائی میرے بھائی احمد کبیر کو اللہ نے ایسا تصرف دیا ہے۔" (الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۴۹)

اس ملفوظ میں تھانوی صاحب نے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے گئے

مرتبہ غوث اعظم کا لفظ استعمال کیا ہے۔

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب، مولوی رشید گنگوہی کے متعلق لکھتے ہیں:

قطب عالم قدوۃ العلماء غوث الاعظم اسوۃ الفقہاء و جامع الفضائل والفواضل العالیہ مستجمع الصفات والخصائل البھیّۃ السنیۃ حامئی دین متین، مجدد زمان وسیلتنا الی اللہ الصمد الذی لم یلد ولم یولد شیخ المشائخ مولٰنا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد گنگوھی۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۲ مطبوعہ کراچی)

غور کیجیے کہ مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے جناب گنگوہی صاحب کے لیے جو القاب استعمال کیے ہیں ان میں غوث الاعظم کا لقب بھی شامل ہے اگر اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کو فریاد رس، غوث الاعظم کہنا شرک ہے تو پھر ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟

امداد المشتاق میں تھانوی صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے ملفوظات جمع کیے ہیں ان میں سے ملفوظ نمبر ۱۴۰ میں ہے فرمایا کہ ایک روز دو آدمی آپس میں بحث کر رہے تھے ایک کہتا تھا کہ حضرت شیخ معین الدین چشتی حضرت غوث الاعظم قدس سرہ سے افضل ہیں اور دوسرا حضرت غوث پاک کو شیخ پر فضیلت دیتا تھا میں نے کہا کہ ہم کو نہ چاہیے کہ بزرگوں کو ایک دوسرے پر فضیلت بیان کریں اگرچہ اللہ فرماتا ہے:

فضلنا بعضھم علی بعض۔

جس سے معلوم ہوا کہ واقع میں تفاضل ہے لیکن ہم دیدہ بصارت نہیں رکھتے۔ اس واسطے مناسب شان ہمارے نہیں کہ محض رائے سے ایسی جرات کریں۔

(امداد المشتاق ص ۳۲)

اشرف علی تھانوی صاحب اسی کتاب میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے لیے درج ذیل القاب ذکر کیے گئے ہیں۔

ملک التارکین، غوث الکاملین، غیاث الطالبین، سلاسل اربعہ میں مشائخ سے بیعت چمنستان حب کے پھول۔ (امداد المشتاق ص ۱۵)

رشید احمد گنگوہی صاحب کتاب امداد السلوک کے خطبہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

سلطان العارفین، ملک التارکین، غوث الکاملین، غیاث الطالبین، الذی کلت السنة الاقلام من مدائحه البالغه۔

(بحوالہ امداد المشتاق ص ۱۳۳)

امداد المشتاق کے ملفوظ نمبر ۱۳۲ میں ہے:

حضرت غوث الاعظم پر ایک ابر سایہ ڈالتا تھا ایک دن اس میں ایک چہرہ نورانی حسین نمودار ہوا۔

سید اصغر حسین صاحب استاذ حدیث دار العلوم دیو بند جنہیں دیو بندی مکتبہ فکر کے علماء میں ممتاز مقام حاصل ہے جنہوں نے جناب شیخ محمود الحسن صاحب دیو بندی کا شجرہ طریقت عربی لغت میں منظوم کیا ہے اس شجرہ میں انہوں نے کئی بزرگوں کے لیے غوث الوریٰ (مخلوق کے فریادرس) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

فبمرشدی غوث الوری شمس الهدیٰ
مقدام اهل العشق والایمان
الشیخ امداد الله القطب العلیٰ
الجاه ذی التمکین والعرفان

بمعین دین اللہ صاحب سرہ
غوث الوری و بسیدی عثمان

(حیات شیخ الہند ص۲۵۹۰)

ان اشعار میں جناب سید اصغر حسین صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہما کے لیے غوث الوری کا لقب بھی استعمال کیا اور ان بزرگوں سے توسل بھی کیا۔

جناب خلیل احمد انبیٹھوی صاحب رشید احمد گنگوہی صاحب کے متعلق کہتے ہیں:

قطب عالم غوث دوراں بیمثال گنج عرفان نور ایقاں خوشخصال

(تذکرۃ الخلیل ص ۵۸)

محمود الحسن صاحب دیوبندی اپنے مرشد رشید احمد گنگوہی صاحب کے لیے کہے گئے مرثیہ میں کہتے ہیں۔

جنید و شبلی ثانی ابو مسعود انصاری
رشید ملت و دین غوث اعظم قطب ربانی

(راہ و رسم منزل ہا، بحوالیہ مرثیہ گنگوہی ص ۳۰۱)

دعوت فکر و عمل

غوث وقطب وغیرہ عظمی الشان القاب اہل تصوف کی وہ جلیل القدر اصطلاحات ہیں جن کا اطلاق مخصوص مراتب کے حامل اولیاء کرام پر ہوتا ہے۔ ہمارے دور میں ان القابات کے اطلاق میں حزم و احتیاط کے پہلو کو مدنظر نہیں رکھا جاتا، جس پر جی چاہا بے دھڑک اطلاق کیا جاتا ہے، اظہار عقیدت کے لیے ان القاب کو بے دریغ و بے محل استعمال نہیں کرنا چاہیے ورنہ یہ عظیم الشان القاب بے وقعت ہو کر رہ جائیں گے۔

جیسا کہ ملا وصوفی کے جلیل القدر القاب بے موقع استعمال کی وجہ سے اپنی قدر کھو چکے ہیں۔ بقول کسے بعض الفاظ اتنی کثرت سے بے محل استعمال ہوتے ہیں کہ جب ان کے استعمال کا صحیح اور واقعی مقام ومحل آتا ہے تو یہ اپنی افادیت کھو چکے ہوتے ہیں۔

ویسے بھی غوث وقطب کے مراتب کے حامل اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ عوام و خواص سے مستور رکھتا ہے جیسا کہ امام یافعی وغیرہ کے حوالہ سے تفصیل گزر چکی ہے۔

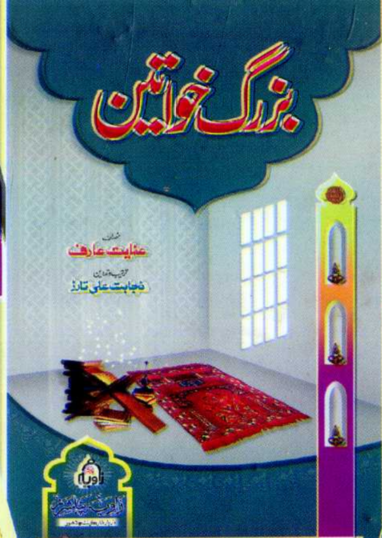
آج ہر مرید اظہار عقیدت کی خاطر اپنے شیخ طریقت کو غوث وقطب سے کم درجہ دینے کے لیے تیار نہیں، کیا کسی شیخ طریقت کا عارف کامل ہونا کوئی معمولی مرتبہ ہے؟

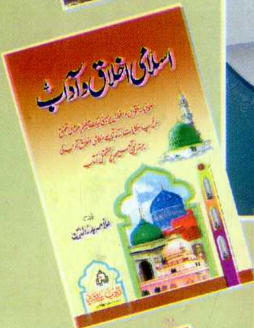
غوث وقطب وغیرہ مراتب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء کرام کو تفویض ہوتے ہیں کسی کے ان کو یہ القاب دینے یا نہ دینے سے ان کے مراتب میں کوئی کمی یا زیادتی واقع نہیں ہوتی۔ جناب مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان سابق وزیر اعظم آزاد کشمیر نے کسی محفل میں مقررین حضرات کے لیے سٹیج سیکرٹری کے بے جا القابات کے استعمال پر فرمایا تھا کہ ہمارے بریلوی مکتبہ فکر کے حضرات القاب دینے میں کچھ زیادہ ہی سخی واقع ہوئے ہیں۔

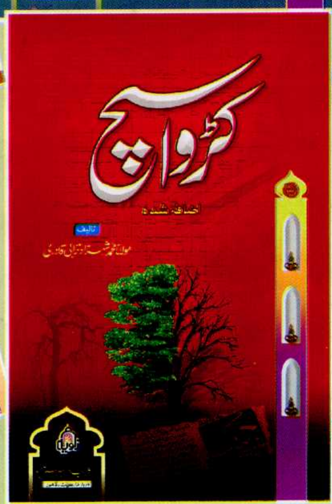
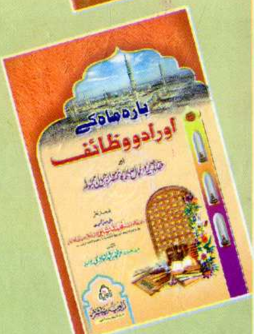
جناب مجاہد اول کی یہ بات مبنی بر حقیقت ہے فی الواقع ہمارے بعض احباب اس پہلو میں احتیاط نہیں برتتے۔

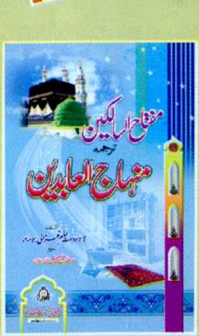
من کی مقدار پر ٹن کا اطلاق نہیں ہونا چاہیے سخاوت اسی چیز میں ہونی چاہیے جو آپ کی قدرت واستطاعت میں ہو۔

الحمد لله رب العالمين وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله و اصحابه اجمعين۔


عصمت رسول پر حملے

بزرگ خواتین


اسلامی اخلاق و آداب


کڑوا سچ

بارہ ماہ کے
اوراد و وظائف

انیس الواعظین

مفتاح السالکین
منہاج العابدین